حکومت پاکستان سے باقاعدہ تصدیق شدہ اشاعت

یوتھ انٹرنیشنل

لاہور پاکستان

شہید ضیاء الحق نمبر

ضیاء شہید
کے خون سے غداری
کرنے والوں کا انجام
کیا ہونے والا ہے

مرد آہن سندھ
جام صادق علی کی
بادشاہت کب تک
رہے گی۔

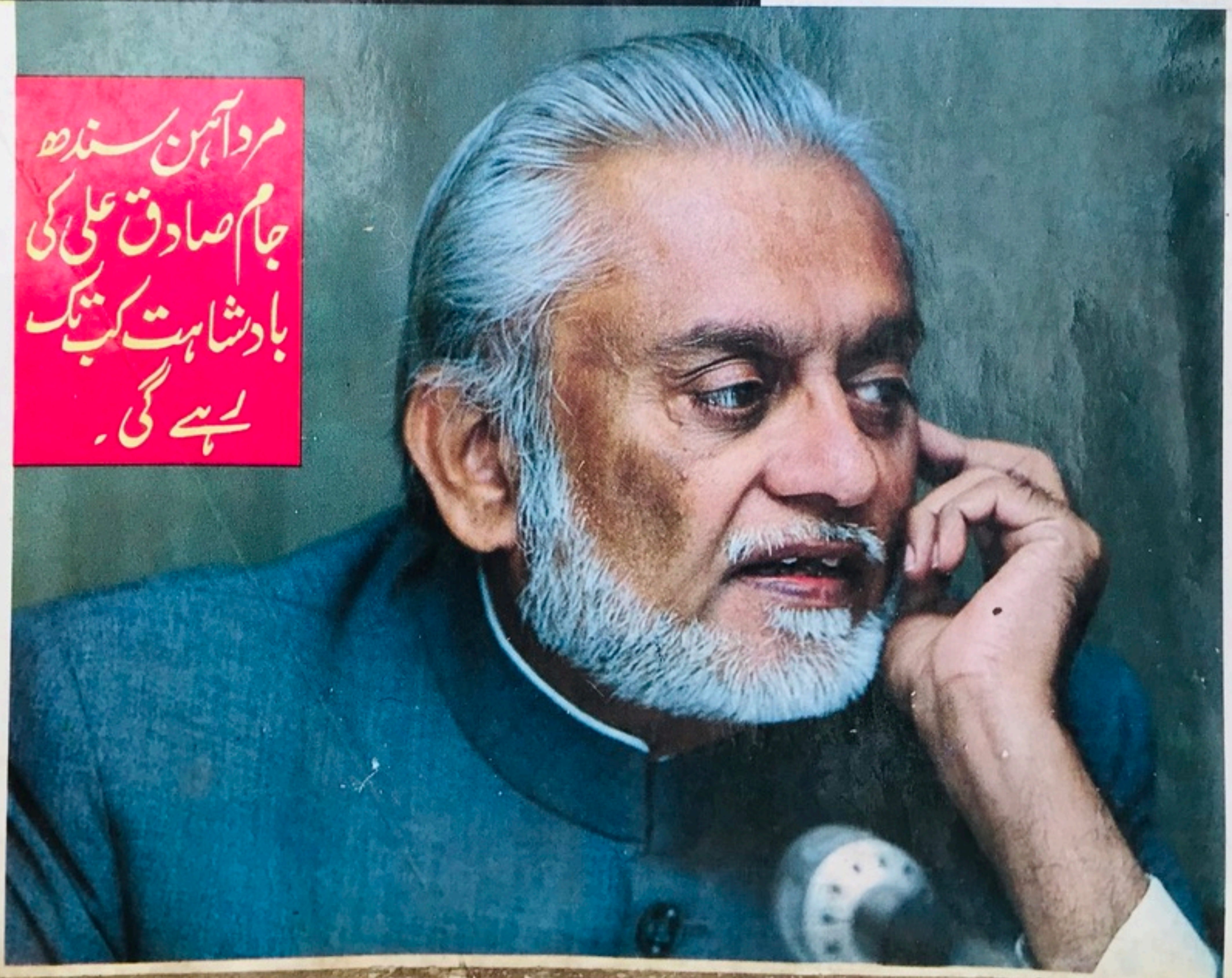

حکومتِ پاکستان سے باقاعدہ تصدیق شدہ اشاعت

یوتھ انٹرنیشنل

لاہور پاکستان

نوجوان نسل کا اردو/انگریزی زبان میں
شائع ہونے والا واحد بین الاقوامی جریدہ

جلد نمبر ۳ شمارہ نمبر ۶، ۷ اگست ۹۱

اس شمارے میں

اداریہ آہ شہید عالم اسلام ضیاء الحق..........
انٹرنیشنل پارلیمانی یونین کا انتخاب..........
مجاہد عالم اسلام..........
حریت پسندوں کا ہیرو..........
ایک عہد ساز شخصیت..........
صبر و تحمل کا پیکر ضیاء الحق..........
صدر ضیاء شہید جنرل کے ایم عارف کی نظر میں..........
شہید ضیاء مشائخ کی نظر میں..........
جنرل ضیاء الحق شہید جنرل (ریٹائرڈ) جہانداد خان کی نظر میں..........
شہید ضیاء فیض رسول کے نظر میں..........
شہید ضیاء صاحبزدہ نعیم الرحمن نعیمی کی نظر میں..........
ضیاء الحق شہید فاونڈیشن کے اغراض و مقاصد..........
پاکستان اورسیز پرموٹرز ایسوسی ایشن کے چیئرمین محمد صدیق خان کا خصوصی انٹریو..........
ابھرتی ہوئی اداکارہ راحلیہ سے ملاقات..........
سندھ کی تاریخ ساز شخصیت جام صادق علی کے بارے میں خصوصی تجزیہ..........
تصویری جھلکیاں..........

ایڈیٹر انچیف: محمد صدیق القادری
ایڈیٹر اعزازی: محمد جمیل قریشی
اسسٹنٹ ایڈیٹر: غلام مرتضٰے القادری، مس روبینہ

تزئین و آرائش: خلیل شاہد
خطاطی: محمد یوسف گوندل
فوٹو گرافر: فرمان قریشی، صغیر احمد، تبسم
ایکسپورٹ مینجر: تنویر صدیق
سرکولیشن مینجر: توصیف القادری

سالانہ خریداری کی شرح

پاکستان	350 روپے سالانہ
بنگلہ دیش،	500 روپے سالانہ
متحدہ عرب امارات، سعودی عرب، عمان، قطر، کویت، بحرین، بھارت اور افریقی ممالک	600 روپے سالانہ
امریکہ، جرمنی، فرانس، کوئنڈا، برطانیہ	675 روپے سالانہ

نوٹ:-
سالانہ خریدار بننے کے خواہش مند حضرات مطلوبہ رقم کا بینک ڈرافٹ اپنے نام اور مکمل پتے کیساتھ یوتھ انٹرنیشنل

یوتھ انٹرنیشنل میگزین پوسٹ بکس 2346 لاہور پاکستان
پبلیشر محمد صدیق القادری نے طیب اقبال پرنٹر رائل پارک لاہور سے چھپوا کر ایوان اوقاف بلڈنگ نزد پرانا سٹیٹ بنک شاہراہ قائداعظم لاہور پاکستان سے شائع کیا۔

شیخ عبداللہ بن عبدالعزیز کراؤن پرنس آف سعودی عرب

اداریہ

آہ شہید عالم اسلام ضیاء الحق

ہماری قومی زندگی میں ۱۷۔ اگست کا دن سیاہ ترین ہے۔ ۱۷۔ اگست کے دن عظیم محسن، چیف ایگزیکٹو، صدر پاکستان، چیف آف آرمی سٹاف جنرل محمد ضیاء الحق کو ایک سفاکانہ مجرمانہ بین الاقوامی سازش کے ذریعے ایسے وقت شہید کیا گیا جب وہ اعلیٰ فوجی جرنیل اور افسروں کے ساتھ گورنمنٹ یونیفارم میں پیشہ وارانہ فرائض میں بہاولپور میں مصروف تھے یہ قومی سانحہ ہماری تاریخ میں ہمیشہ کے لیے قابل مذمت رہے گا۔ دنیا میں ہر ملک کے عوام اپنے خوشی اور غمی کے ایام انتہائی جوش و جذبے کے ساتھ مناتے ہیں۔ فتح و کامرانیوں پر ناز اور غمی کے ایام پر اپنا احتساب کرتے ہیں جہاں ہم ۱۴۔ اگست کا دن یوم آزادی کے نام پر انتہائی جوش و جذبے کے ساتھ مناتے ہیں وہاں قومی حادثات اور سانحوں کو بھی اپنا احتساب کرنے کے لیے اسی جوش و جذبے کے ساتھ منانا چاہیے۔

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے ۱۷۔ اگست کا دن ہمارا قومی سانحہ کا دن ہے اس دن پاکستان کے عظیم سپہ سالار جنرل محمد ضیاء الحق نے قومی خدمت کرتے ہوئے اپنی جان نچھاور کر دی تھی در حقیقت جنرل ضیاء الحق ہمارے عظیم قومی ہیرو ہیں جو قومیں اپنے قومی سانحہ اور قومی ہیرو کو بھول جاتی ہیں ان کا مستقبل ہمیشہ تاریک رہتا ہے۔

قومی مفادات کا تقاضا تھا وزیر اعظم پاکستان میاں نواز شریف شہید جنرل ضیاء الحق کی قومی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے ۱۷۔ اگست کو سرکاری تعطیل کا اعلان کرتے تاکہ پاکستان قوم اس المناک حادثے کی یاد مناتے ہوئے اپنے قومی ہیرو کو ہمیشہ کے لیے خراج عقیدت پیش کرتی رہتی۔

مقام افسوس ہے شہید ضیاء الحق کی تیسری برسی کے موقعہ پر آئی جے آئی کی حکومت جس میں شہید کے اپنے فرزندان محمد اعجاز الحق، اور ڈاکٹر انوار الحق وزارتوں کا قلمدان سنبھالے ہوئے ہیں موجودہ حکومت کا عملاً حصہ ہیں اسی حکومت کے دور میں سرکاری ذرائع ابلاغ شہید ضیاء الحق کے بارے میں انتہائی سرد مہری کا مظاہرہ کر کے قابل شرم رویہ اپنائے ہوئے ہے۔

پاکستان کے عوام خصوصاً ضیاء شہید کے شیدائی حیران و پریشان ہیں تیسری برسی کے موقعہ پر ضیاء شہید کی جانشینی کا دعوے کرنے والوں کے دور میں ایک سازش کے تحت جنرل ضیاء کی عالمی سطح کی شخصیت کو پس پردہ کیوں رکھا گیا ہے۔ سرکاری سطح پر ضیاء شہید کی ملکی اور بین الاقوامی تاریخی خدمات کا اعتراف کیوں نہیں کیا گیا۔ سفری تکالیف اور شدید گرمی برداشت کر کے اپنے عظیم محسن اور قومی ہیرو کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے آنے والوں کے لیے سرکاری سطح پر حوصلہ شکنی کی مہم کیوں چلائی جا رہی ہے۔

نواز شریف حکومت کی کچن کابینہ میں شامل ایک مشیر برسی کو ناکام بنانے کے لیے سرکاری اداروں اور ذرائع و ابلاغ کو کیوں استعمال کر رہے ہیں نواز شریف حکومت جنرل ضیاء شہید کے مجرموں کو بے نقاب کرنے سے کیوں خوف زدہ ہے۔ شہدائے بہاولپور کے خون سے کھلم کھلا غداری کن قوتوں کے اشارے پر ہو رہی ہے۔ عوام کے ذہنوں میں ابھرنے والے سوالوں کا جواب حکمرانوں کے پاس نہیں جس سے عوام میں موجودہ حکومت کے بارے میں شک و شبہات پیدا ہو رہے ہیں تیسری برسی کے موقعہ پر نواز شریف کے چہیتے مشیر اطلاعات کی غلط حکمت عملی کی وجہ سے ملکی اور بین الاقوامی سطح پر موجودہ حکومت کو شدید دھچکا لگا ہے مشیر اطلاعات جن کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ سرکاری ذرائع و ابلاغ میں اپنے علاوہ کسی کی بھی پروجیکشن نہیں چاہتے جنہیں ذاتی شہرت کا حد درجہ جنون ہے عوام موجودہ مشیر اطلاعات کی ناقص پالیسی سے سخت نالاں نظر آ رہے ہیں ہمارا میاں نواز شریف کو انتہائی مخلصانہ مشورہ ہے کہ وہ موجود مشیر اطلاعات شیخ رشید احمد کے حال پر رحم کریں انہیں خواتین کی وزارت دے دیں وزارت اطلاعات و نشریات کا قلمدان ان کے بس کا روگ نہیں ہمارے خیال میں اطلاعات نشریات کی وزارت راجہ ظفر الحق، میاں عبدالستار لالیکا، الٰہی بخش سومرو، فصیح الدین وردگ جیسی سلجھی ہوئی کسی شخصیت کے سپرد کریں جو اس وزارت کو عوامی امنگوں کے مطابق چلانے کی صلاحیت و اہلیت رکھتی ہیں۔

محمد صدیق القادری

ایڈیٹر انچیف

انٹرنیشنل پارلیمانی یونین کے صدارتی انتخاب کیلئے گوھر ایوب کی مہم

اطلاعات کے مطابق پاکستان کی قومی اسمبلی کے سپیکر جناب کیپٹن گوھر ایوب خان انٹرنیشنل پارلیمانی یونین کی صدارت کا انتخاب لڑ رہے ہیں حکومت پاکستان بین الاقوامی سطح پر جناب گوھر ایوب خان کی حمائت میں بڑے زور و شور سے مہم چلا رہی ہے کئی وفود کو کنویسنگ کیلئے بیرونی ممالک کے باہر بھیج رہی ہے انٹرنیشنل پارلیمانی یونین کی صدارت پاکستان کو ملنے پر ہمارے ملک و ملت کا وقار بلند ہو گا۔ اس بلند و بالا عہدہ حاصل کرنے کیلئے حکومت پاکستان کی کوششیں قابلِ تعریف ہیں اس سلسلہ میں حکومت کو اپوزیشن کا بھی تعاون حاصل کرنا ضروری ہے کنویسنگ کیلئے جانے والے پارلیمانی وفود میں اپوزیشن کو بھی نمائندگی دینا قومی مفادات کے عین تقاضوں کے مطابق ہے۔

انٹرنیشنل پارلیمانی یونین کے انتخابات میں پی ڈی اے کی طرف سے جناب گوھر ایوب خان کی مخالفت ہماری سمجھ سے بالاتر ہے سپیکر کی شخصیت پر الزامات کا سلسلہ بھی قابلِ افسوس ہے۔

جہاں تک گوھر ایوب خان کی جمہوریت پسندی کا تعلق ہے گوھر ایوب نے بحیثیت سیاستدان اور بحیثیت سپیکر اپنے جمہوری ذہن ہونے کا بے مثال ثبوت دیا ہے۔ جمہوریت کی بحالی اور جمہوریت کے فروغ میں جناب سپیکر گوھر ایوب کا کردار ہمیشہ قابلِ تعریف رہا ہے ماضی میں کبھی بھی چور دروازے یا غیر جمہوری طریقے سے اقتدار میں نہیں آئے۔ بلکہ وہ خود سپیکر شپ کے خواہشمند نہیں تھے جبکہ آپ جمہوری طریقے سے اکثریتی ووٹ لے کر سپیکر منتخب ہوئے سپیکر کی حیثیت سے انہوں نے ہر اہم مرحلے پر اپوزیشن کو مکمل آزادی دی۔ اپوزیشن کی مشکلات کا ازالہ کیا حتیٰ کہ محترمہ بے نظیر بھٹو کے خاوند اور اپوزیشن رکن قومی اسمبلی آصف علی زرداری کو درپیش تکالیف کے ازالہ میں مثالی کردار ادا کیا جناب گوھر ایوب نے حکومت اور اپوزیشن کے مابین افہام و تفہیم کیلئے فراخدلی کے ساتھ پُر عزم اقدامات کئے قابلِ ذکر بات ہے ان کی سپیکر شپ میں کسی اپوزیشن ممبر کو پارلیمنٹ سے اُٹھا کر باہر نہیں پھینکا گیا اور نہ ہی اپوزیشن ممبران کی آواز کو دبا کر تذلیل کرنے کی کوشش کی گئی حالانکہ حکمران پارٹی کے اکثر ارکان سپیکر صاحب کی غیر جانبداری سے نالاں نظر آتے ہیں۔ ہماری اس موقعہ پر پی ڈی اے کے تمام معزز اراکین کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ جمہوریت کے تحفظ قومی مفادات کے حصول اور جمہوری اداروں کے استحکام کیلئے انٹرنیشنل پارلیمانی یونین کے صدارتی انتخاب میں معتدل مزاج اور روشن خیال، بااصول، غیر جانبدار جمہوریت پسند شخصیت جناب گوھر ایوب خان پاکستان کی پارلیمنٹ کے سپیکر کی مخالفت کرنے کی بجائے ملک و ملتِ عزت و وقار کیلئے بھرپور حمائت کر کے اس اعلیٰ ترین عہدے کے حصول کی حمائت کیلئے مہم چلا کر جمہوریت پسندی کا ثبوت دیں تاکہ مہذب دنیا کے ملکوں میں ثابت کیا جاسکے کہ پاکستان کی اپوزیشن پارٹیز اور حکمران پارٹیز جمہوریت پسند ہیں جمہوری اداروں کے تحفظ کیلئے مشترکہ جدوجہد کر رہے ہیں۔ اس موقع پر ہماری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ گوھر ایوب اس اعلیٰ ترین منصب کیلئے کامیابی اور کامرانی سے نوازے۔

محمد صدیق القادری

ایڈیٹر انچیف

مجاہدِ اسلام

جنرل محمد ضیاء الحق ۱۷۔ اگست ۱۹۸۸ء کو اس دنیا سے رخصت ہوئے تو کہرام مچ گیا۔ ان کی یاد گھر گھر میں تھی' ان کے چراغ دل دل میں تھے۔ تاریخ کے صفحات پر وہ ایسے نقوش چھوڑ گئے جنہیں مٹایا نہیں جا سکتا۔ ۱۲۔ اگست ۱۹۲۴ء کو انہوں نے اس دنیا میں قدم رکھا تو وہ جالندھر کے ایک عام سے گھرانے میں پیدا ہونے والے عام سے بچے تھے۔ منہ میں سونے کا چمچہ تھا نہ چاندی کا۔ ان کے والد کا تعلق درمیانے طبقے سے تھا۔ خاندان البتہ اللہ اور اس کے رسول ؐ کی محبت سے مالا مال تھا۔ گھر والوں کی جبینیں سجدوں سے روشن تھیں۔ وہ قناعت کی دولت میں مگن تھے' سادگی ان کا بچھونا تھی' اور کفایت شعاری ان کا زیور۔ رزق حلال سے زندگی کی توانائی حاصل کرنے والے یہ لوگ اپنے جاننے والوں میں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔

محمد ضیاء الحق نے میٹرک تک آبائی قصبے ہی میں تعلیم حاصل کی' بعد ازاں قسمت انہیں سینٹ سٹیفنز کالج دہلی لے گئی۔ بی اے کے آخری سال میں تھے' جنگ عظیم جاری تھا کہ انہوں نے فوج میں بھرتی ہونے کا فیصلہ کیا' اور کمشن حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ فوجی تربیت غیر منقسم ہندوستان کے موونٹگ سکول میں حاصل کی۔

۱۲۔ اگست ۱۹۴۵ء کو انہوں نے کمشن حاصل کر لیا۔ اب وہ سیکنڈ لیفٹیننٹ تھے' اور ان کے سامنے زندگی کا وسیع میدان تھا۔ کسے خبر تھی کہ فتوحات قدم قدم' اس نوجوان کا انتظار کر رہی ہیں۔۔۔ وہ ۱۳۔ لانسرز سے وابستہ ہوئے' اور داد شجاعت دینے کے لئے بہار روانہ کر دیئے گئے۔ ابتدا ہی سے اسلامی فرائض اور شعار کے سختی سے پابند تھے۔ طالب علمی کے زمانے میں بھی نماز ان کی بہترین رفیق تھی۔ عید کا دن آیا تو انہوں نے شلوار کرتا پہنا' اور اسی لباس میں میس میں داخل ہو گئے۔ اس "جرم" میں ان کا تبادلہ ٦۔ لانسرز میں کر دیا گیا۔ جنگ کے آخری مرحلے میں وہ ملایا اور جاوا میں اپنے فرائض ادا کر رہے تھے۔۔۔

۱۴۔ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان وجود میں آیا' تو نوجوان ضیاء الحق کی آنکھیں بھی مسرت میں ڈوب گئیں' ہاتھ نئے وطن کی سلامتی اور استحکام کی دعا کے لئے اٹھ گئے۔ وہ پاکستان بننے سے پہلے ہی پاکستانی تھے۔ پاکستان کے لئے سوچنا' ان کو محبوب تھا۔ انہوں نے فوراً اپنی خدمات پاکستان کے لئے پیش کر دیں۔ ان کا سب کچھ ان کے وطن کا تھا۔ اس وطن کا جس میں تکبیر کی صدائیں گونجنا تھیں' اور جس کے لئے جان دینے والے' اسلامی انقلاب کی آرزو میں سرشار تھے۔ اللہ کی زمین پر اللہ کی حکومت قائم کرنا جن کی زندگی کا مقصد تھا۔ محمد ضیاء الحق نے بھی لاکھوں فرزندان توحید کی طرح اپنا گھر بار' اپنا مال متاع چھوڑ کر پاکستان کا رخ کیا۔ خالی ہاتھ گھر والوں کے ساتھ' اللہ کے سہارے پاک سرزمین پر قدم رکھا۔

ان کا تقرر نو تشکیل آرمرڈ کور میں ہوا' نوشہرہ ان کا پہلا پڑاؤ تھا۔ وہ جرات میں بوائز ونگ کے کمانڈر مقرر ہوئے' زیر تربیت نوجوان اپنے دن کا آغاز کرنے کے لئے ایک جگہ جمع ہوتے' تو قرآن پاک کی تلاوت فضا میں رس گھول دیتی۔ فوج کا کوئی اجتماع اس سے پہلے اس لذت سے آشنا نہیں تھا۔

ستمبر ۱۹۵۰ء میں انہیں گائیڈز کیولری کوہاٹ میں کوارٹر ماسٹر مقرر کیا گیا۔۔ یہاں انہیں ایسے ساتھی ملے کہ جن سے رفاقت زندگی بھر قائم رہی۔ فضل حق' امیر گلستان جنجوعہ' پیر عبداللہ شاہ' ہاشم علی خان' عباس درانی' علی امام کے ساتھ اس دور کی یادیں وابستہ ہیں۔

۱۰۔ اگست ۱۹۵۰ء کو ان کی زندگی میں خوشگوار تبدیلی آئی۔ ان کی خالہ زاد شفیق شریک زندگی بن گئیں۔ ازدواجی مسرتوں کی آغوش میں سال' لمحوں میں تبدیل ہوتے گئے۔ دو بیٹے اعجاز الحق اور انوار الحق اور تین بیٹیاں اس حسین رفاقت کی یادگار ہیں۔ سب سے چھوٹی بیٹی زین' پیدائشی معذور تھی۔ لیکن ضیاء الحق نہ گھبرائے' نہ شرمائے' انہوں نے جگر کے اس ٹکڑے کو بھی دل سے لگائے رکھا۔۔ اور معذور بچوں کے والدین کو مصائب کا سامنا کرنے کا حوصلہ عطا کرتے رہے۔

کمانڈ اینڈ سٹاف کالج کوئٹہ سے ۱۹۵۵ء میں امتیاز کے ساتھ گریجوایشن کی اور بعد ازاں کئی عسکری تربیتی اداروں میں استاد کی حیثیت سے تربیت دیتے رہے۔ اس ایک چراغ سے کئی چراغ روشن ہوتے گئے۔

۱۹۵۶-۵۷ء میں ۳ آرمرڈ بریگیڈ میں بریگیڈ میجر مقرر ہوئے۔ ۱۹۶۰ء سے ۱۹۶۳ء تک جی ایچ کیو کے ملٹری آپریشنز ڈائریکٹوریٹ میں جنرل سٹاف افسر کے طور پر مامور رہے۔ ۱۹۶۳ء میں فورٹ لیون ورتھ امریکہ سے ایسوسی ایٹ کمانڈ اور جنرل سٹاف آفیسرز کورس میں کامیابی حاصل کی۔ واپس آئے تو کمانڈ اینڈ سٹاف کالج کوئٹہ میں انسٹرکٹر مقرر ہوئے۔

پانچ سال کی عمر میں اپنے والد محترم کے ساتھ

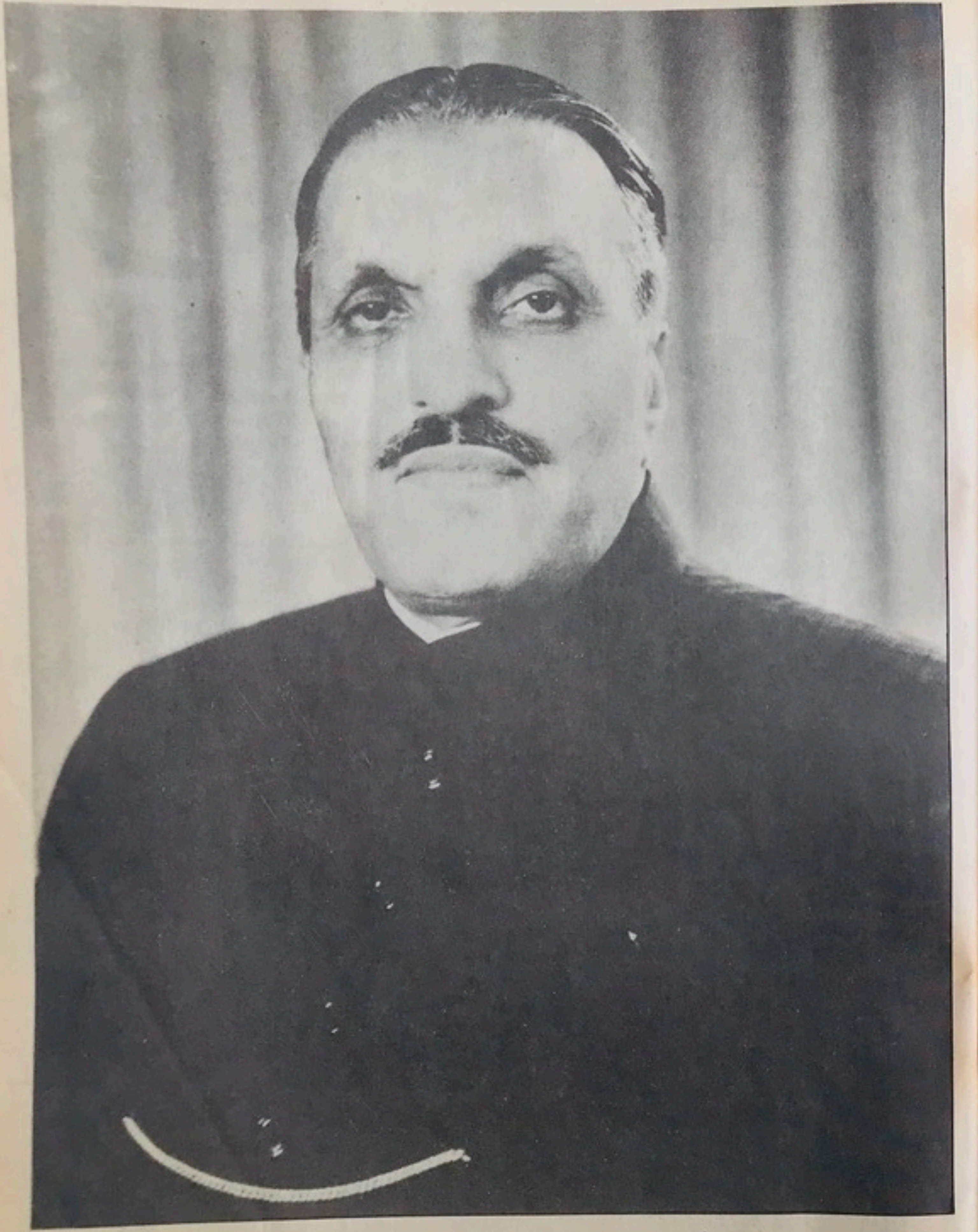

فخر عالم اسلام جنرل محمد ضیاء الحق شہید

انہوں نے مردانہ وار جان دی۔۔ اور اہل پاکستان کے لئے زندگی کی علامت بن گئے۔

حریت پسندوں کا ہیرو

مارگلہ پہاڑیوں کے دامن میں' فیصل مسجد کے سامنے عجلت سے تعمیر کیا جانے والا ایک سادہ سا مزار شہید ضیاء الحق کا آخری مسکن ہے۔ اس کے سامنے کبھی کوئی چھوٹی اور کبھی کوئی بڑی بس آکر رکتی ہے۔ کبھی بسوں کی لمبی قطار لگ جاتی ہے۔ ان میں افغان مجاہدین سوار ہوتے ہیں۔ وہ یہاں آتے' اور محو آرام شخص کے لئے دعائیں مانگتے ہیں۔ کبھی کوئی پرجوش نوجوان مزار کے سامنے کھڑا ہو کر فوجی سلام پیش کرتا ہے' اور کبھی حریت پسندوں کی کوئی ٹولی بے ساختہ "شہید ضیاء الحق زندہ باد" پکار اٹھتی ہے۔

کیپٹن ضیاء الحق

۱۹۶۵ء کی جنگ شروع ہوئی' تو انہیں نو تشکیل انفنٹری ڈویژن میں پہلے اسسٹنٹ ایجوٹنٹ اور پھر کوارٹر ماسٹر جنرل بنایا گیا۔ وطن کی سرحدوں نے ان کو آواز دی تھی' اور لاریب وہ پیچھے ہٹنے والوں اور پیٹھ دکھانے والوں میں نہیں تھے۔ وہ اسلام اور پاکستان کے سپاہی تھے' مردانہ وار آگے بڑھے' اور سرحدوں کی حفاظت کے لئے اپنا سینہ کھول دیا۔

۱۹۶۶ء میں انہیں 1 آرمرڈ ڈویژن میں جنرل سٹاف آفیسر بنایا گیا کہ اس وقت وہ لیفٹیننٹ کرنل بن چکے تھے۔ ۔ ء میں بریگیڈیئر بنے تو 9 آرمرڈ بریگیڈ کھاریاں کی کمان سنبھالی۔

بریگیڈیئر محمد ضیاء الحق کی خدمات دو سال کے لئے اردن کی دوست حکومت کے سپرد کی گئیں۔ یہاں انہوں نے اہلیت کا سکہ بٹھا دیا۔ اس مملکت کو استحکام اور توانائی دی' اس کی فوجی صلاحیت میں اضافہ کیا۔ پاکستان اور اردن کی دوستی کو نئی وسعت عطا کی۔ شاہ حسین نے انہیں "استقلال کلاس میڈل" اور "کوکب کلاس میڈل" کے اعلیٰ اعزازات سے نوازا۔

اردن سے واپس آئے تو تین سال تک (۱۹۷۲ء تا ۱۹۷۵ء) ون آرمرڈ ڈویژن کی قیادت کی۔ ایک سال تک (۱۹۷۵ء تا ۱۹۷۶ء) 2 کور ملتان کی رہنمائی کے فرائض انجام دیئے۔

مارچ ۱۹۷۶ء میں ان کے کاندھوں پر چار ستارے جگمگائے۔ وہ چیف آف آرمی سٹاف بنا دیئے گئے۔ اس منصب پر فائز ہونے کے بعد' انہوں نے فوج کو "ایمان' تقویٰ اور جہاد" کا نعرہ دیا۔ جہاد منزل' ایمان اور تقویٰ زاد راہ تھے۔ ان کے بغیر منزل پر پہنچنا ممکن نہیں' اور یہ ہتھیار پاس ہوں تو پہلا قدم بھی منزل ہے۔ انہوں نے فوجی میسوں میں شراب کا داخلہ ممنوع قرار دیا اور فوج کے اندر فضائے بدر پیدا کرنے میں مصروف ہو گئے۔

مارچ ۱۹۷۷ء میں عام انتخابات منعقد ہوئے تو حکومت نے دھاندلی کے ذریعے مطلوبہ نتائج حاصل کرنے اور اپنے اقتدار کو دوام دینے کی کوشش کی۔ عوامی تحریک اٹھی اور اس نے حکومت کے عزائم خاک میں ملا دیئے۔ ساڑھے تین ماہ تک ہنگامے جاری رہے' سینکڑوں افراد ہلاک اور ہزاروں زخمی اور گرفتار ہوئے لیکن تحریک کو دبایا نہ جا سکا۔ ملک خانہ جنگی کے دہانے پر پہنچ گیا تو افواج پاکستان نے مداخلت کا فیصلہ کیا' اور ۵۔ جولائی ۱۹۷۷ء کو دھاندلی سے قائم ہونے والی حکومت سے قوم کو نجات دلا دی۔ سپریم کورٹ نے اس اقدام کو قانون ضرورت کے تحت' جائز اور قانونی قرار دیا۔

۳۰ دسمبر ۱۹۸۵ء کو مارشل لاء ختم کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس سے پہلے عام انتخابات کے نتیجے میں جمہوری حکومت قائم ہو چکی تھی۔ آئینی اور جمہوری عمل جاری تھی کہ ۱۷۔ اگست ۱۹۸۸ء کو بہاولپور کی فضا میں ان کے طیارے کو تخریبی کارروائی کا نشانہ بنایا گیا۔۔۔ وہ ملک اور فوج کے سربراہ تھے' اور پاکستان کے دشمنوں کے راستے میں دیوار چین بن گئے تھے۔ پاکستان کا ایٹمی پروگرام ترک کرنے پر وہ تیار نہیں تھے یہ ان کے لئے زندگی اور موت کا مسئلہ تھا۔ افغانستان میں مجاہدین کی حکومت اور پاکستان میں نفاذ شریعت کے معاملے پر کوئی سمجھوتہ کرنے پر ان کو آمادہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔۔۔ ناقابل تسخیر ضیاء الحق کو سازش کے ذریعے راستے سے ہٹا ڈالا گیا۔

اپنی اہلیہ شفیق کے ساتھ جوانی کی یادگار

ان حریت پسندوں نے دنیا کی سب سے بڑی جنگی مشینری کو شکست سے دوچار کیا۔ ان کے منہ آنے والے روسی توسیع

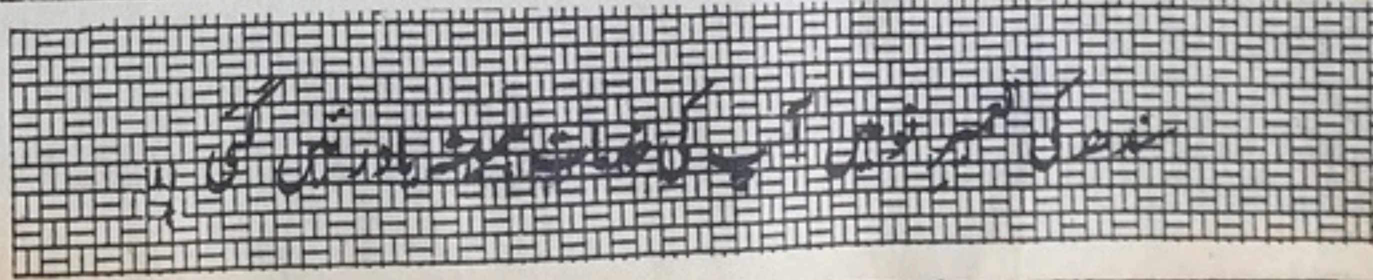

جنرل ضیاء شہید ایڈیٹر انچیف محمد صدیق القادری کیساتھ اہم امور پر گفتگو کرتے ہوئے۔

پسند میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے اور اشتراکیت آخری ہچکیاں لینے لگی۔ تاریخ کو تبدیلی کی راہ پر ڈالنے بلکہ تبدیل کر ڈالنے کا یہ شرف ان افغانوں کے لئے خاص ہے۔ لیکن اگر پاکستان میں ضیاء الحق کی حکومت نہ ہوتی تو کیا پھر بھی یہ سب کچھ ہو پاتا؟ کیا ضیاء الحق کے تعاون' حمایت اور پشت پناہی کے بغیر بھی کاروان جہاد اس طرح مصروف عمل رہ سکتا؟ یہ ایک ایسا سوال ہے کہ احسان شناس افغان جس کا جواب "ناں" میں دیتے ہیں۔ انہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ پاکستان کی مہربان سرزمین کے بغیر' ان کے لئے آزادی کی جنگ لڑنا کس طرح محال تھا۔ ضیاء الحق ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت تھے' اور کیا خبر کہ ان کو اس کی حکمت خاص کے تحت' اسی مقصد کے لئے اقتدار سے نوازا گیا ہو۔۔

افغان مجاہدین' جن میں سخت کوش اور خیال پرست رہنما بھی شامل ہیں' ضیاء الحق کا نام بے حد عقیدت اور احترام سے لیتے ہیں۔ ضیاء الحق ان کے لئے افغانوں سے بڑھ کر افغان تھے۔ انہوں نے اس سرزمین کی آزادی کے لئے سب کچھ داؤ پر لگا دیا۔ وہ پہلے شخص تھے کہ جنہوں نے ۲۷ دسمبر ۱۹۷۹ء کو افغانستان میں روسی فوجوں کے داخلے کے بعد اس عزم کا برملا اظہار کیا کہ اس غیر جانبدار ہمسایہ ملک کو آزاد کرایا جائے گا۔ افغانوں کی زمین افغانوں ہی کی رہے گی۔ انہوں نے بے مثال خوش دلی کے ساتھ پاکستان کی سرحدیں ان مہاجروں کے لئے کھول دیں جن کے گھروں پر روسی طیارے اور گن شپ ہیلی کاپٹر بم برسا رہے تھے' وہ دوستوں سے بڑھ کر دوست اور بھائیوں سے بڑھ کر بھائی ثابت ہوئے۔ جب تک دنیا کی مدد نہیں پہنچی' پاکستان کی کمزور معیشت مہاجرین کا سہارا بنی رہی۔ ضیاء الحق کا نام اب افغانستان کی آزادی کی تحریک کے ساتھ اس طرح وابستہ ہے کہ دونوں کا تذکرہ' ایک دوسرے کے بغیر ادھورا رہے گا۔

ضیاء الحق کشمیر کو بھارت کی غلامی سے آزاد کرانے کے لئے بھی بے چین رہے' انہوں نے بڑی حکمت اور دانائی کے ساتھ کشمیر میں آزادی کی چنگاری کو شعلہ بنانے کا نقشہ بنایا۔ انہوں نے عالمی کانفرنسوں میں کشمیر کا مسئلہ اٹھایا' اور دنیا بھر میں پھیلے ہوئے کشمیری رہنماؤں کے ساتھ سر جوڑ کر بیٹھے' اور ان کی راتوں کو دن بنانے کی تدبیریں سوچتے رہے۔

ضیاء الحق کی شہادت کے بعد آزاد کشمیر کے صدر (اور اب وزیر اعظم) سردار عبدالقیوم نے جذبات سے مرتعش آواز میں' غیر ملکی اخبار نویسوں کے ایک گروپ کے سامنے اعتراف کیا تھا: دنیا میں ضیاء الحق سے زیادہ کسی شخص نے کشمیریوں کی مدد نہیں کی۔

۱۷۔ اگست کے حادثے کی خبر سن کر مقبوضہ کشمیر سوگ میں ڈوب گیا۔ تین دن تک بازار بند رہے' گھروں میں سیاہ پرچم لہرا دیئے گئے۔ کشمیری اب بھی اس شہید کو یاد کرتے' اور اس کے نعرے لگاتے ہیں۔ کئی پل' عمارتیں اور سڑکیں ضیاء الحق سے منسوب ہیں اور ضیاء الحق کی تصویر بیشتر کشمیری گھروں اور دلوں میں موجود ہے۔۔۔ افغانوں کے گھروں' دلوں اور سوچوں کی طرح۔

ضیاء الحق پوری دنیا کے مسلمانوں کی امیدوں کا مرکز تھے۔ سری لنکا کے مسلمان ہوں یا فلپائن کے کلمہ گو' برما کے فرزندان توحید ہوں یا روسی ترکستان کے بے زبان عاشقان رسول' سب ضیاء الحق کو اپنا سمجھتے' اور ضیاء الحق تھے بھی سب کے۔ سری لنکا کے مسلمانوں نے ایک بڑا ہسپتال تعمیر کیا' تو اس کا نام انہی کے نام پر رکھا۔ برما کے مسلمان اکثریتی صوبے اراکان سے وفود ان کے پاس آتے' اور اپنے دکھوں کا مداوا ڈھونڈتے۔ روس کا دورہ کرنے والے ایک ممتاز پاکستانی صحافی نے واپس آکر لکھا کہ وسط ایشیائی مسلمان ریاستوں میں ضیاء الحق مقبول ترین شخص ہیں۔۔۔

مسلمانوں کے علاوہ' اشتراکیت کے ڈسے ہوئے مظلوم عوام بھی ان سے پیار کرتے اور ان کو یاد کرتے ہیں۔ مشرقی یورپ' بالخصوص پولینڈ میں پاکستان وقار اور احترام کی علامت ہے کہ روسیوں کے غرور کو خاک میں ملانے والا شخص اس ملک کا حکمران تھا۔۔۔ ضیاء الحق عالم اسلام' دنیا بھر کے مسلمانوں' بلکہ دنیا بھر کے مظلوم لوگوں کا ذہنی سہارا تھے۔۔۔ ان کے لئے سوچنے والے' ان کے ساتھ بھی' اور ان سے الگ بھی۔

برابر کے انسان

خادم الحرمین شریفین شاہ فہد کیساتھ ناقابلِ فراموش اعتماد اور محبت کا رشتہ

ان کے دو بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔ ان میں سے چھوٹی بچی زین معذور پیدا ہوئی تھی۔ جب کسی گھر میں اس طرح کا بچہ موجود ہو تو اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا ہے؟ --- اس پر رحم کھایا جاتا ہے لیکن اس سے محبت نہیں کی جاتی اسے دوسروں سے چھپا کر رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اسے مہمانوں کے سامنے آنے نہیں دیا جاتا اور بعض اوقات اس سے سخت برتاؤ کیا جاتا ہے --- جو لوگ زیادہ نرم دلی واقع ہوئے ہوں اور سختی سے کام نہ لیں، وہ بھی کم از کم اسے ایک

لاڈلی بیٹی زین کیساتھ مسکراہٹوں کا تبادلہ

بدقسمتی ضرور گردانتے ہیں۔

صدر ضیاء الحق کی شخصیت میں جو چونکا دینے والے پہلو تھے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ انہوں نے اپنی اس معذور بچی سے دوسری اولاد سے بھی زیادہ اور بھرپور محبت کی، بلکہ - وہ اسے سفر میں ساتھ رکھتے، اس کا دل بہلاتے، اسے مہمانوں کے سامنے لے جاتے، اس کی فرمائشیں پوری کرتے اور اس کے ساتھ اشاروں کی زبان میں گفتگو کرتے، جو انہوں نے خاص طور پر اس کے لئے سیکھی۔ ان کے دل میں اس بچی کے لئے شفقت میں کبھی کمی نہ آئی کہ وہ اس بچی کو اپنی خوش قسمتی قرار دیتے تھے۔ یہ ان کا ایمان تھا کہ اگر وہ اس کمزور بچی کے سلسلے میں اپنے فرائض ادا کریں گے تو ان کا اللہ، ان پر رحمتوں کے دروازے کھول دے گا... اور ہمیشہ ایسا ہی ہوتا رہا۔

انہیں اس اعتبار سے منفرد حکمران سمجھا جاتا ہے کہ وہ شائستگی اور خاکساری کا ایک نمونہ تھے اور تکبر انہیں چھو کر بھی نہ گزرا تھا لیکن وہ یقیناً اس اعتبار سے بھی تاریخ کے ایک نادر حکمران تھے کہ انہوں نے نہ صرف اپنی پسماندہ بچی کو امور سلطنت کی کڑی ذمہ داریاں ادا کرتے ہوئے سینے سے لگائے رکھا بلکہ ان کے عہد میں معذوروں کی بہبود کے ایسے اقدامات لئے گئے، کہ تیسری دنیا کے وسائل سے محروم کسی ملک میں اس کی نظیر تلاش نہیں کی جا سکتی۔ وہ ان عالی ہمت انسانوں میں سے ایک تھے جو محرومیوں پر آزردہ ہونے کی بجائے راستے تلاش کرتے اور مجبوری کو کم تر کرنے کی جستجو کرتے ہیں۔

جب عید کے روز سٹیٹ گیسٹ ہاؤس کے دروازے ہر شخص پر کھول دیئے جاتے تو اس میں ملک کے کونے کونے سے آنے والے یتیم بچوں اور بیوہ عورتوں کے علاوہ، جن پر وہ بڑی شفقت کرتے تھے ان گنت اپاہج بھی ہوتے، جو اپنی بیساکھیوں کے سہارے اور ہتھ ریڑھیوں کی مدد سے یا کسی سہارا دینے والے کے بل پر ان سے ملنے آتے۔ صدر ان میں سے ہر شخص کو شگفتہ لہجے میں خوش آمدید کہتے۔ اگر کسی کی کوئی درخواست ہوتی تو حکام کو اس پر کارروائی کرنے کے لئے کہتے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ان نظرانداز کئے گئے، محروم اور ستائے گئے لوگوں میں حوصلہ اور اعتماد پیدا کرنے کی کوشش کرتے۔ وہ جہاں کہیں رہے، زندگی میں انہوں نے ان گنت معذوروں کی ذاتی طور پر مدد کی۔ سرکاری ملازمتوں میں ان کے لئے خاص کوٹہ مقرر کیا اور لوگوں کو سکھایا کہ ان پر ترس کھانے کی بجائے ان سے برابری کا سلوک کریں۔

بچی زین سے ان کی ہمیشہ نظر آنے والی محبت اپنے معاشرے کے لئے ایک مسلسل پیغام کی طرح تھی کہ سب انسان محبت کے مستحق ہیں اور محبت کی فراوانی ہی سے زندگی کی مشکلات اور مصائب کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ وہ پاکستان کی تاریخ میں معذوروں میں مقبول ترین حکمران تھے اور جب وہ دنیا سے اٹھے تو ہر کہیں معذور افراد نے ان کی یاد میں تقریبات منعقد کیں، جس کی اس سے پہلے کوئی مثال نہ تھی۔

سچا مسلمان

ضیاء الحق ایک سچے مسلمان تھے۔ صرف خدا سے ڈرنے والے، اور صرف خدا کے حضور جھکنے والے۔ وہ جہاں بھی ہوتے، نماز کا وقت ہوتے ہی ہر کام ختم کر دیتے۔ ملک میں ہوں یا بیرون ملک میں، یہ ان کا معمول تھا۔ دور غلامی میں بھی، وہ مذہبی فرائض پوری پابندی کے ساتھ ادا کرتے تھے۔ اس معاملہ میں ان کے دل میں کبھی کوئی احساس کمتری پیدا نہ ہو سکا۔ وہ اپنے بچوں کو بھی دین کے احکام کی طرف متوجہ کرتے رہتے، اور توقع کرتے کہ وہ اپنے رب کے ایک فرض شناس بندے ثابت ہوں گے۔ علماء کرام سے ان کا گہرا رابطہ تھا۔ وہ مذہبی جلسوں میں جا کر خاص فرحت محسوس کرتے۔ علمائے کرام کو ان کے دور میں خصوصی احترام دیا گیا۔ وہ امور مملکت میں ان سے مشورہ کرتے، اور ان کی رہنمائی کے لئے شکر گزار ہوتے۔

بیت اللہ اور روضہ رسول ﷺ پر حاضری ان کو محبوب تھی۔ وہ بار بار وہاں جاتے۔ جب کسی الجھن یا مشکل کا شکار ہوتے ایک عاجز اور شکر گزار بندے کے طور پر اپنے اللہ کے گھر میں حاضری دیتے، اور اطمینان کے ساتھ واپس آتے۔ ان کے

امیر کویت کیساتھ دوستی برادرانہ تعلقات کی یادگار تصویر

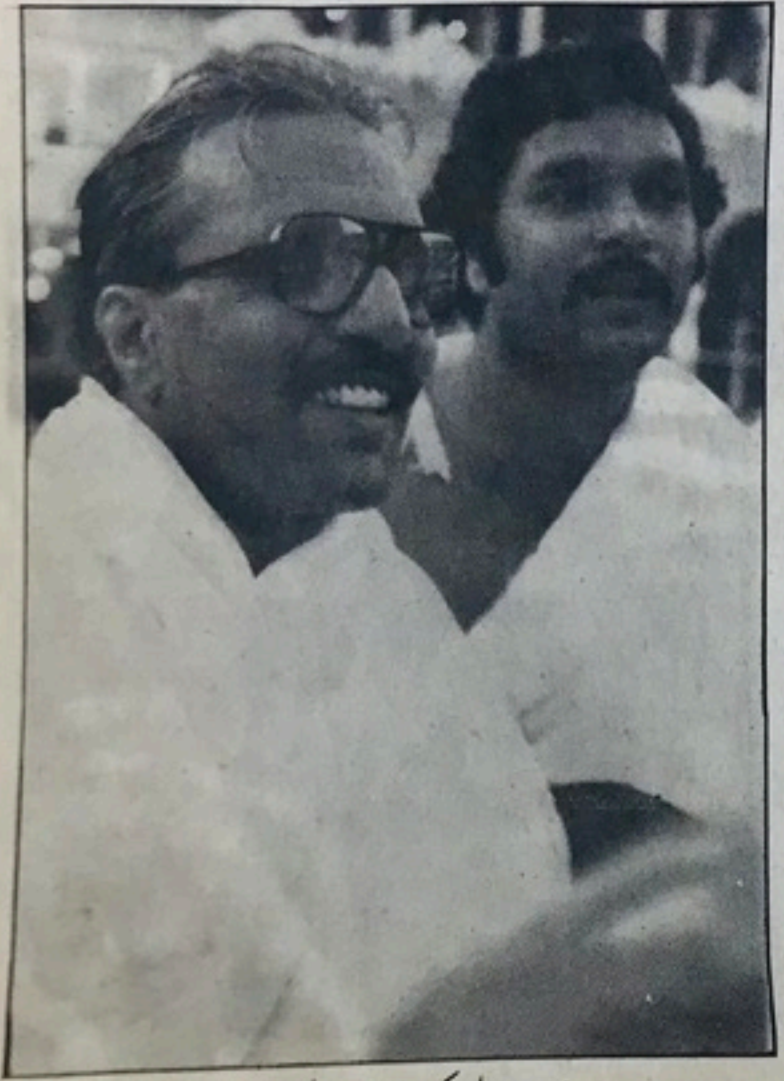

محمد اعجاز الحق کیساتھ بیت اللہ میں

اس جملے نے بڑی شہرت حاصل کی کہ وہ بیٹری چارج کرانے سعودی عرب جاتے ہیں۔

اسلام سے ان کی وابستگی کا سب سے زیادہ اظہار معاشرے کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے لئے ان کی جدوجہد میں ہوا، اگرچہ ان گنت مشکلات کی وجہ سے وہ اس کام کو اپنی خواہش کی رفتار سے بروئے کار نہ لا سکے، لیکن ملک میں زکوٰۃ اور عشر کا نظام رائج کیا، صلوٰۃ کا اہتمام کیا، اسلامی یونیورسٹی کو مضبوط بنیادوں پر استوار کیا تاکہ اسلام کی تبلیغ اور تنظیم کرنے والے مردان کار پیدا ہوں۔ انہوں نے شرعی عدالت قائم کی اور اسے اسلام کے نقطہ نظر سے قوانین پر نظرثانی کا اختیار دیا۔

ہر روز پانچ مرتبہ خدا کے حضور سربسجود ہونے والے اس شخص کو مساجد سے بڑی محبت تھی۔ ایک سچے مسلمان کی طرح وہ مساجد میں آسودہ دکھائی دیتے۔ انہوں نے ذاتی دلچسپی سے لگ بھگ ۵۰۰ مساجد تعمیر کرائیں۔ ان میں آرمی ہاؤس اور ایوان صدر کے علاوہ اسلام آباد اور ملک کے دور دراز گوشوں میں تعمیر ہونے والی خوبصورت مسجدیں بھی شامل ہیں۔ اسلام ان کے لئے زندگی کا دوسرا نام تھا۔ اسلام کے بغیر زندہ رہنے سے مر جانا بہتر تھا۔ وہ اللہ اور اس کے رسول آخر و اعظم کی ایک ایک ہدایت کو ابدی سمجھتے اور اس میں تمام دکھوں کا مداوا ڈھونڈتے۔

ان کی رائے میں منشیات، تشدد، بدعنوانی اور ذہنی انتشار کی شکار انسانیت اسلام ہی کی روشنی میں نجات حاصل کر سکتی تھی... اور اسلام ہی کے بل پر ایک اخلاقی معاشرے کی تعمیر ممکن تھی، جہاں لوگ ایک دوسرے سے محبت کریں، لالچ کا شکار نہ ہوں اور دولت و اقتدار کے لئے سازشیں نہ کریں۔

خدا کے حضور کھڑے ہوتے تو ہمیشہ سے زیادہ یکسو نظر

جنرل ضیاء الحق امریکہ کے صدر جارج بش کیساتھ

آتے، 'پیغمبر آخر الزماں' کا تذکرہ ہوتا تو اشکبار ہو جاتے۔ تقریبات میں تلاوت کا طریقہ ان سے پہلے بھی رائج تھا لیکن انہوں نے اسے اہتمام اور وقار بخشا اور نعت رسول کی پابندی بھی رائج کی۔ ان کے ساتھ سفر کرنے والے بتاتے ہیں کہ حرمین میں ان پر رقت کا عالم طاری رہتا اور وہ روضہ رسول کے سامنے اس طرح تڑپ کر روتے کہ دیکھنے والوں پر بھی رقت طاری ہو جاتی۔ وہ تہجد پڑھتے ... اور قرآن مجید کی باقاعدگی سے تلاوت کرتے۔ قرآن مجید کا ایک چھوٹا سا نسخہ ان کی جیب میں رہتا' اور وہ تلاوت جاری رکھتے ... آخری سفر میں بھی یہ ان کے ساتھ تھا۔

سپاہی اور حکمران کی زندگی میں ہمیشہ قائم رہنے والی پاکیزگی اور اعتماد کا راز ان کی مذہبی زندگی میں پوشیدہ تھا۔ مذہب نے انہیں بے نیازی بخشی اور ان کی شخصیت کو رفیع اور بلند و بالا کر دیا۔ دولت سے دور' کبر سے بے نیاز' اجلی اور پاکیزہ۔

پوری زندگی

وہ ایک صاحب ایمان تھے اور ان کا عقیدہ کبھی متزلزل نہیں ہوا۔ انہوں نے زندگی کو اپنی آنکھ سے دیکھا' عرق ریزی سے کئے جانے والے مطالعہ اور دوسروں کے مشاہدات کی انتہائی توجہ سے سماعت کے ذریعے انہوں نے اس دنیا کو سمجھنے کی کوشش کی۔

وہ گہری شخصیت رکھنے والے ایک حکمت کار تھے اور اپنی ذہانت سے انہوں نے پاکستان کے دشمنوں کو ہمیشہ زچ کئے رکھا لیکن اپنی ذاتی زندگی میں وہ بہت سادہ اور شفیق تھے --- اپنے اہل خاندان' دوستوں' رشتہ داروں اور ماتحتوں کے لئے وہ ذہنی سہارا فراہم کرنے والے ایک مہربان آدمی تھے۔

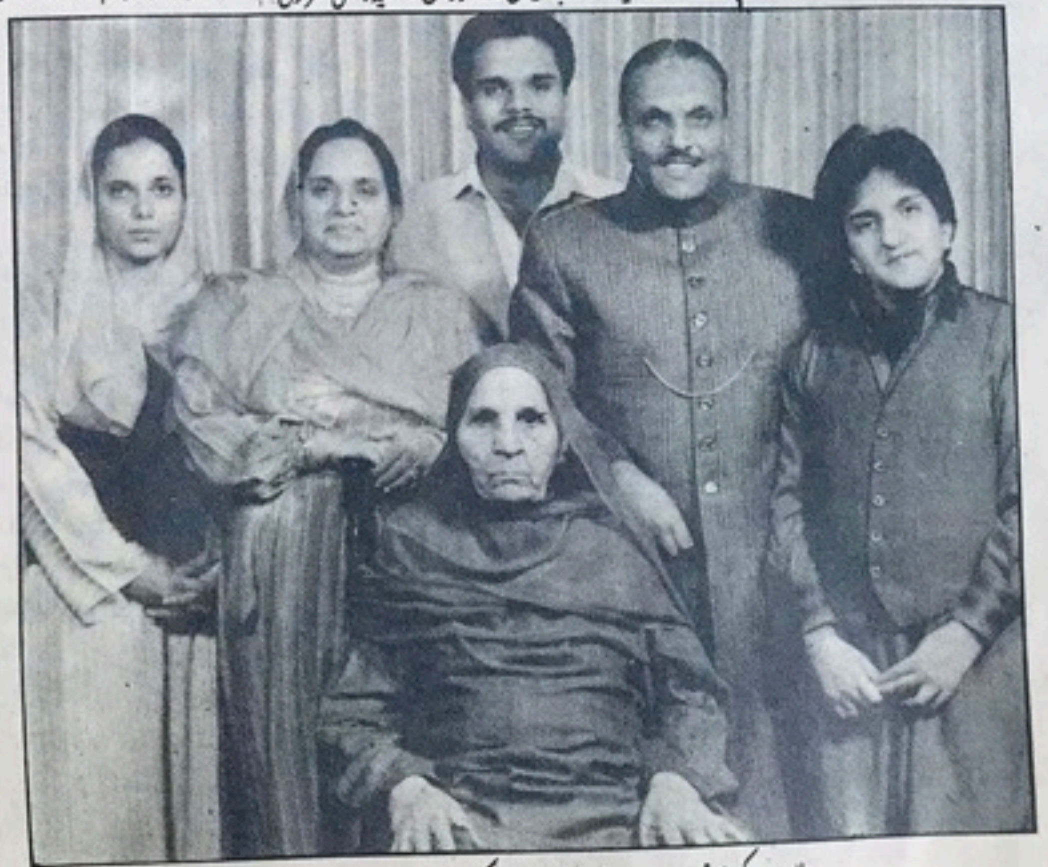

والدہ کے حضور ---- اہلیہ اور بچوں کیساتھ

نیدرلینڈ کی وزیر مسز ایم۔ شہو کیساتھ

۱۰ اگست ۱۹۵۰ء کو اپنی خالہ زاد سے ان کی شادی ہوئی۔ یہ رشتہ ہمیشہ محکم اور استوار رہا اور اس میں کبھی کوئی الجھن داخل نہ ہوئی۔ جب ضیاء الحق گھر سے دور جاتے تو ہر روز اپنی اہلیہ سے فون پر بات کرتے اور اگر زیادہ وقت کے لئے سفر کرتے تو لمبے لمبے خطوط لکھا کرتے۔ وہ اپنے بچوں کو بہت زیادہ وقت دینے والے باپ تھے۔ جب وہ جوان تھے تو بچوں کے لباس اور نہلانے دھلانے تک میں دلچسپی لیتے۔ انہوں نے اپنی اولاد کو آزادی دی اس پر اعتماد کیا اور تعلیم کے لئے اس کی حوصلہ افزائی کی اور ہمیشہ اس سے گہرا رابطہ استوار رکھا۔ جب ان کی صاحبزادی قرۃ العین لاہور میں تعلیم پا رہی تھیں اور وہ ملتان میں تھے تو ہر پندرہ دن بعد وہ ان سے ملنے جاتے۔ خاندان کے لوگوں کو اب تک یاد ہے کہ الوداعی ملاقات میں اکثر باپ بیٹی آبدیدہ ہو جاتے۔ اعجاز الحق تعلیم کے لئے ملک سے باہر گئے تو وہ انہیں خط لکھتے اور جب کبھی ممکن ہوتا فون پر گفتگو کرتے۔

وہ اپنی والدہ کے فرماں بردار بیٹے تھے' رات کو جب بھی گھر لوٹتے' ان کی خدمت میں حاضر ہوتے' صبح ان کی خیریت پوچھتے اور دعا کی درخواست کرتے۔

اپنے دوستوں کے لئے وہ ایک حیران کر دینے والی شخصیت تھے۔ وہ ہمیشہ ان کا اعزاز و اکرام کرتے۔ ان کے ذاتی معاملات میں مداخلت سے گریز کرتے اور ان کے ساتھ مراسم میں شائستگی کے ساتھ ساتھ گہرائی اور بے ساختگی برقرار رکھتے۔ اولین دور میں ان کے ساتھ فوج میں وقت گزارنے والوں یا جوانی میں ملنے والوں کا کہنا ہے کہ فوج کا سربراہ بننے اور بعد ازاں صدر بننے کے باوجود ان سے ملاقات کے لئے وقت نکالتے اور بعض اوقات دیر تک ان کی گفتگو سنتے۔ سرحد کے سابق گورنر اور وزیر اعلیٰ جنرل فضل حق نے ان کی موت پر روتے ہوئے کہا: "وہ ایک ایسے شخص تھے جنہوں نے زندگی بھر کسی دوست کو شکایت کا موقع نہ دیا"۔

ضیاء الحق ملازموں کے ساتھ شفقت سے پیش آتے۔ ان کے نام انہیں یاد تھے۔ حج اور تہواروں کے مواقع پر' ان ملازمین کے بچوں کی شادیوں یا غمی کے دردناک لمحوں میں وہ انہیں یاد رکھتے اور اکثر اوقات بے تکلفی سے ان کے گھروں میں چلے جاتے۔ ان میں سے جو قابل اعتماد تھے' ان کی سفارش قبول کرتے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اگرچہ وہ ایک تکمیل پسند آدمی تھے' صفائی اور کاموں میں درستی پر زور دیتے لیکن کسی ملازم کو کبھی یہ شکایت نہ ہوتی کہ اس کی توہین کی گئی ہے --- یہ ایک ایسے معاشرے میں تھا' جہاں زیردست ہمیشہ بالادستوں کی شکایت کرتے رہتے ہیں۔ ان کے ساتھ اردلی اور معاون کے طور پر زندگی کے کئی عشرے گزارنے والے پیر محمد نے ان کی وفات پر کہا اب اگر کوئی شخص انہیں لاکھوں روپے بھی دے تو وہ اس کے ساتھ کام نہیں کر سکتا۔

ضیاء الحق مطالعہ کے شوقین تھے۔ جب وہ ایک نوجوان فوجی افسر تھے تو دن بھر کی مصروفیات کے بعد رات گیارہ بجے مطالعہ کا آغاز کرتے' جب اہل خاندان سونے کے لئے چلے جاتے --- پیر محمد نے مرحوم انہیں بارہا مطالعہ کی میز پر سر

اپنے اہل خانہ سمدھیوں کیساتھ

ضیاء الحق حج بیت اللہ کرتے ہوئے

رکھے سوتے دیکھا' جب وہ انہیں نماز کے لئے بیدار کرنے گیا ... انہیں اردو زبان پر پاکستان کے کسی بھی حکمران سے زیادہ دسترس حاصل تھی اور بارہا انہوں نے اپنے فی البدیہہ خطاب میں زبان و بیان کے معیار سے لوگوں کو حیران کیا --- وہ گھنٹوں دوسروں کی باتیں سن سکتے تھے۔ اکثر لوگوں کی بات کاٹنے سے گریز کرتے۔ وہ بارہا صبح سے شام تک جاری رہنے والے اجلاسوں میں شریک ہوتے' خاص طور پر ہر ماہ افغانستان کی صورت حال سے متعلق میٹنگوں میں۔

وہ ذاتی طور پر گالی دینے یا نقصان پہنچانے والوں کو معاف کر دیتے اور انتقام کو کبھی خود پر سوار نہ ہونے دیتے۔ اپنی فوجی زندگی میں انہوں نے جب کبھی کسی ماتحت سے سختی برتی تو اکثر بعد میں اس کی دلجوئی بھی کی --- جب ضرورت پڑتی تو وہ سختی سے احکامات دیتے اور ان پر عمل کراتے تھے لیکن وہ دوسروں پر مکمل اعتماد کر سکتے تھے --- ایک حکمران اور فوجی افسر کے طور پر ان کی سخت شخصیت کے پیچھے شفقت بھرا دل ہمیشہ دھڑکتا رہا' حتیٰ کہ موت نے اسے خاموش کر دیا اور اس کی یاد باقی رہ گئی۔

"یہ خیال کبھی میرے سر پہ سوار نہیں ہوا کہ کوئی مجھے قتل کر ڈالے گا' ایک دن مجھے مرنا ہے۔ اگر مجھے گولی لگنی ہے تو ایک دن آ لگے گی اور اگر مجھے زندہ رہنا ہے تو کوئی مجھے چھو بھی نہیں سکتا"۔

صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے یہ الفاظ اپنی شہادت سے تین سال پہلے ایک جرمن اخبار کو انٹرویو دیتے ہوئے کہے تھے۔

ان سے پوچھا گیا تھا کہ کیا وہ موت سے خوفزدہ ہیں اور کیا انہیں قتل کرنے کی کوششیں کی گئی ہیں... صدر نے کہا:

"نہیں' کبھی نہیں (میں کبھی موت کے خوف کا شکار نہیں ہوا) اگر ایسا ہوتا تو میں کبھی فوج میں بھرتی نہ ہوتا۔ میں خوب جانتا ہوں کہ ایک دن مجھے مرنا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو شہید کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ امریکہ کے تین صدور قتل ہوئے اور صدر ریگن ابھی پچھلے دنوں بال بال بچے ہیں"۔

صدر ضیاء الحق بامعنی گفتگو کے بہت شائق تھے' اور اگر کوئی ڈھنگ کا اخبار نویس ان سے ملنے آتا تو بعض اوقات وہ اپنا دل کھول کر رکھ دیتے تھے۔ اس روز بھی اس جرمن اخبار نویس سے انہوں نے بڑی دو ٹوک گفتگو کی' لیکن انہوں نے وہ ایسی باتیں کیں جن میں کچھ چھپایا گیا تھا۔

اس سوال کے جواب میں کہ کیا انہیں قتل کرنے کی کوششیں کی گئی ہیں' انہوں نے کہا "ممکن ہے ایسی کوششیں ہوئی ہوں۔ میں نہیں جانتا' لیکن ایسی چیزوں کی کوئی اہمیت نہیں"۔ اور پھر انہوں نے کہا "ضیاء الحق کیا ہے؟ ایک بالکل عام سا آدمی۔ اس کے مرجانے سے کیا فرق پڑتا ہے"۔

صدر جانتے تھے کہ انہیں قتل کرنے کی کوششیں کی گئی ہیں اور وہ ایسی کوششوں سے تو ہر شخص واقف تھا' جب ایک بار ان کے جہاز کو میزائل سے نشانہ بنانے اور دوسری بار قرآن مجید میں دھماکہ خیز مواد رکھ کر انہیں ہدف بنانے کی سازش کی گئی۔ صدر یہ بھی جانتے تھے کہ بعض پاکستانی سیاست دان بھارتی خفیہ ایجنسی "را" کے ساتھ سالہا سال سے رابطہ رکھے ہوئے ہیں اور انہیں خوب معلوم تھا کہ ان کی موت اور تباہی کے آرزو مند بھارتی اور روس نواز کابلی حکمران دہشت گرد تنظیم الذوالفقار کی سرپرستی کر رہے ہیں لیکن آئے روز اقدام قتل کے ڈرامے رچانے والے اپنے بعض پیش رو حکمرانوں کے برعکس ضیاء الحق اپنی ذات کو غیر ضروری طور پر نمایاں کرنے اور خود کو ایک مظلوم ہیرو کے طور پر پیش کرنے سے گریز کرتے تھے۔

ہر ایسے شخص کی طرح جس کے سامنے کوئی واضح منزل اور مقصد ہو ان کی بھی آرزو تھی کہ وہ ایسا کام کر جائیں کہ اپنی قوم کی یادوں میں' امت مسلمہ کے حافظے میں جو پورے کرہ ارض پر پھیلی ہوئی تھی' ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندہ رہیں' وہ ایک تاریخ ساز شخصیت تھے' لیکن وہ لوح زماں پر اپنا نقش الفاظ سے نہیں اعمال سے نقش کرنے کے خواہاں تھے۔

نہایت استقلال کے ساتھ ہمیشہ' ہر وقت اور مسلسل قائم رہنے والی ان کی شائستگی' عاجزی اور خاکساری انہیں اس لہجے کے الفاظ کہنے پر آمادہ کرتی تھی کہ وہ ایک عام سے آدمی ہیں اور ان کے مرجانے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

ایک ایسے شخص کی حیثیت سے جو خدا کی الہامی کتاب اور آخری پیغمبر کے ایک ایک لفظ پر ایمان رکھتا ہو' انہیں پورا یقین تھا کہ موت کا ایک دن مقرر ہے اور کوئی موت بے وقت نہیں ہوتی لیکن وہ ہرگز ایک ایسے شخص نہیں تھے' جن کے اٹھ جانے سے کوئی فرق ہی واقع نہ ہوتا ہو۔

یہ محض اس لئے نہیں تھا کہ وہ اپنے ہم وطنوں کے لئے ایک شفیق اور کریم آدمی تھے۔ اس لئے بھی نہیں کہ وہ ہر روز

ڈاکٹر آئینی مری کیساتھ ملاقات کرتے ہوئے

پانچ وقت خدا کے حضور جھکنے کے علاوہ' آخر شب جاگتے اور بھیگی ہوئی آنکھوں کے ساتھ اس کی رحمت کے طلبگار ہوتے تھے۔ اس لئے بھی نہیں کہ ان کی ذاتی زندگی پاکیزگی کی ایک عمدہ تصویر تھی' ایک اجلی سفید چادر کی طرح جس پر کوئی داغ نہ ہو --- بلکہ اس لئے کہ انہیں ایک کمزور قوم کی قیادت نصیب ہوئی جو بے دست و پا' منتشر اور منقسم دکھائی دیتی تھی' اس قوم کو تباہ کرنے کی سازشیں کی جاری تھیں اور اسے اپنی دو سرحدوں پر ایسے خطرات کا سامنا تھا' جو اسے بربادی سے دوچار کر سکتے تھے۔

اس ہولناک بحران میں جس میں ایک علاقائی سپرپاور اور ایک عالمی طاقت پاکستان کی تباہی کے درپے تھی' انہوں نے اس طرح اپنی قوم کی قیادت کی کہ جب وہ دنیا سے اٹھے تو تاریخ کا منظر بدل چکا تھا۔

تاریخ میں اس سے پہلے کبھی ایسا نہ ہوا تھا کہ پاکستان ایسی ایک کمزور قوم نے جس کی یقینی شکست کی پیش گوئی کی گئی ہو' بھارت اور روس ایسی بڑی طاقتوں کو ناکام بنا کر پسپائی اور تباہی کے راستے پر ڈال دیا ہو۔ گیارہ سال تک اندرون ملک ضیاء الحق کے سیاسی مخالفین' ان کے اسلامی عقائد سے نفرت کرنے والے بعض غیر ملکی ذرائع ابلاغ' اور ان کے خارجی دشمنوں' بھارتیوں اور کمیونسٹوں نے ان کی کردار کشی کی منظم کوششیں کی تھیں۔ انہیں ہوس اقتدار کے مارے ایک سفاک ڈکٹیٹر کے طور پر پیش کرنے کی سرتوڑ جدوجہد کی گئی تھی' جس نے ناجائز دولت کمائی تھی' جمہوریت کو قتل کر دیا تھا اور جس نے اپنی قوم کی رتی برابر خدمت نہیں کی تھی' لیکن جب ۱۷ اگست ۱۹۸۸ء کو ان کے طیارے کو تباہ کیا گیا تو دیکھتے ہی دیکھتے' تاریخ نے اپنی یہ ہمیشہ قائم رہنے والی شہادت رقم کر دی کہ وہ خدا سے ڈرنے والے ایک پاکیزہ انسان تھے' جنہوں نے اپنی کوئی ذاتی جائیداد نہیں چھوڑی۔ انہوں نے اپنے وطن کو ایک عشرے میں عسکری اعتبار سے اتنا طاقتور بنا دیا کہ کئی گنا طاقتور سمجھا جانے والا ان کا پڑوسی بھارت اب ہزار وہموں اور وسوسوں میں مبتلا ہے۔ انہوں نے اپنے پیچھے ایک جمہوری نظام کا ترکہ چھوڑا' جس میں آسانی سے اور دستوری ذرائع سے اقتدار ایسے ہاتھوں کو منتقل ہوا' جن کو عوام نے منتخب کیا تھا۔

انہوں نے اپنے پیچھے روتے بلکتے ہوئے ان گنت لوگوں کو چھوڑا۔ ان میں یتیم بچے' بیوہ عورتیں' اپاہج معذورین اور وہ بڑے بوڑھے شامل تھے جنہیں ان کی وضعداری' متواضع اور متین شخصیت میں عہد رفتہ کے عظیم مسلمان حکمرانوں کی جھلکیاں دکھائی دیتی تھیں۔ ان میں وہ ہزاروں بچے شامل تھے' جن کے ساتھ وہ سال کا ایک بڑا دن گزارتے تھے' جنہیں وہ تہواروں پر ملتے تھے' جن کے لئے وہ تحائف بھجواتے تھے' جن کے لئے بعض اوقات وہ راستے میں گاڑی روک لیتے اور لمبے دامن والی اچکن کی جیب سے ٹافیاں نکال کر انہیں دیتے تھے ... جن کے لئے ضیاء الحق' جنرل' چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر اور صدر نہیں' صرف انکل ضیاء الحق تھے۔

انہوں نے اپنے پیچھے ایک فوج چھوڑی' جسے انہوں نے ۱۲ سال پہلے ایمان' تقویٰ اور جہاد فی سبیل اللہ کا نعرہ دیا تھا' جہاں اب جوانوں کی بڑی تعداد پابندی سے نماز پڑھنے لگی تھی' جس پر ۱۹۷۱ء میں لگنے والے زخم اب مندمل ہو چکے تھے' جس کے پاس اب دشمن پر دہشت طاری کرنے کے اسباب موجود تھے اور جو اب دنیا کی ان چند افواج میں سے ایک تھی' جن کا تذکرہ کیا جاتا ہے اور جن کی توقیر کی جاتی ہے۔ انہوں نے اپنے پیچھے ایک قوم چھوڑی' جس کا ملک ۱۷ سال پہلے دولخت کر دیا گیا تھا اور جو خوف کا شکار ہو کر بے ہمت ہو گئی تھی لیکن اب اس قوم کے پاس ایک خواب اور ایک آرزو ہے۔ اب وہ ایک نادر قوم ہے' جس نے تاریخ میں پہلی بار ۳۵ لاکھ مہاجروں کی میزبانی کی اور انہیں خود پر بار نہ سمجھا۔ وہ قوم جس نے خود کو ایک عشرے تک خطرے میں رکھا' پڑوسی افغانستان کی آزادی میں ہاتھ بٹایا اور اس عمل میں ہزاروں افراد کی قربانی دی اور یہ اس حال میں ہوا جب اس کے اندر دشمن کے کارندے یا کم ہمت لوگ ہر وقت چیخنے چلانے اور خوفزدہ کرنے میں لگے رہتے تھے۔

اب یہ ۱۹۷۱ء کی ایک تہی دست' مفلس اور بے یار و مددگار قوم نہ تھی' جس کا دنیا بھر میں مذاق اڑایا گیا تھا... اب یہ قوم تھی' جس نے تاریخ کی ایک عظیم سفاک قوت کو شکست سے دوچار کر کے اس طرح پسپائی پر مجبور کر دیا تھا کہ عظیم سوویت یونین کی شکست و ریخت کا آغاز ہو گیا۔ اب یہ ایک ایسی قوم تھی' جس کے پاس مدتوں کے بعد فخر کا ایک سرمایہ تھا' جس نے اپنے وطن کی تخلیق کے بعد جو تاریخ کے نادر واقعات میں سے ایک تھا۔ ایک بار پھر ایک حیران کن کارنامہ انجام دے ڈالا تھا۔

ضیاء الحق نے اپنے پیچھے افغانستان اور کشمیر کے حریت پسند چھوڑے جو اشکبار ہو کر ان کا نام لیتے اور ان کے لئے کانپتے ہاتھوں سے دعائیں مانگتے تھے۔ افغانستان کے ہر مورچے اور کشمیر کے ہر گھر میں ان کی تصویر سجی تھی۔

وہ اپنے پیچھے ایک عظیم آرزو چھوڑ گئے کہ مستقبل کے آزاد افغانستان' پاکستان' ایران اور ترکی پر مشتمل ایک عظیم اسلامی بلاک تشکیل دیا جائے' جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وسعت پاتا رہے' حتیٰ کہ طاقت کا ایک نیا مرکز قائم ہو جائے' تاکہ عالم اسلام ہمیشہ کے لئے خطرات سے محفوظ ہو:

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر

انہوں نے اپنے پیچھے ایک بدلی ہوئی دنیا چھوڑی اور اس دنیا کو بدل ڈالنے میں ان کا کردار ہر شخص سے زیادہ تھا اور اس پر بھی وہ یہ کہتے ہوئے اس دنیا سے چلے گئے کہ وہ ایک عام سے آدمی ہیں اور ان کے قتل ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

اس لئے کہ وہ ایک مسلمان تھے اور جانتے تھے کہ ابدیت سفر کو ہے' مسافر کو نہیں ہے' اس لئے کہ وہ ایک صاحب یقین تھے اور انہیں اس کا ادراک تھا کہ انسان مر جاتے ہیں اور خواب زندہ رہتے ہیں۔

اعتراف

(ممتاز عالمی اخبارات سے انتخاب)

زبگنیو برزنسکی - ٹائمز لندن ۱۹ اگست ۱۹۸۸ء

ضیاء الحق افغانستان میں سوویت یونین کی فوجی اور سیاسی شکست کے واحد معمار تھے۔

برنارڈ ڈی نوسٹر - واشنگٹن پوسٹ

جنرل محمد ضیاء الحق سادہ ذوق کے ایک سیدھے سادے آدمی ہیں اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ ایک یکسو مسلمان ہیں۔ ان کے کمرے کی دیواریں قرآن کی منقش آیات سے سجی ہیں' جن میں اللہ کی حمد بیان کی گئی ہے۔ انہوں نے کبھی بادہ نوشی نہیں کی اور وہ امتناع شراب کے قانون پر سختی سے عمل کراتے ہیں۔

ایم جے اکبر - ایڈیٹر ویکلی سنڈے کلکتہ

مجھے پہلے ہی سے متنبہ کر دیا گیا تھا کہ میں صدر ضیاء الحق کی شائستگی اور گرمجوشی سے مسحور نہ ہو جاؤں' جو وہ اپنے مہمانوں سے روا رکھتے ہیں' کبھی کبھار ملنے آنے والے خاص مہمانوں سے نہیں بلکہ اپنے آئے روز ملنے والے سرکاری افسروں سے بھی ... یہ وہ پہلی بات ہے جو آپ پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد میں سنتے ہیں... جس چیز کے لئے میں تیار نہ تھا' وہ یہ تھی کہ وہ کس توجہ اور نرمی سے سوال سنتے اور شگفتگی سے جواب دیتے ہیں۔ واضح سی بات یہ ہے کہ جنرل خود ہی اپنے لئے تعلقات عامہ کے بہترین آدمی ہیں اور یہ بات جانتے بھی ہیں' یہی وجہ ہے کہ بھارتی اخبار نویسوں سے ملاقات کرنے میں انہیں کوئی تامل نہیں ہوتا۔

کارزن بروک سٹیفرڈ - ڈیلی ٹیلیگراف لندن

یہ ساری بے ساختہ گفتگو تھی اور انہوں نے کسی ایک لفظ کے بارے میں بھی یہ نہ کہا کہ اسے شائع نہ کیا جائے۔ تیس سال میں دنیا بھر کے سیاستدانوں سے ملتا اور گفتگو کرتا رہا ہوں' لیکن میں نے ایسی کھری گفتگو اس سے پہلے کبھی نہ سنی تھی۔ انتہا تو یہ ہے کہ خود ان کے دشمن بھی' جو اب تعداد میں بہت کم رہ گئے ہیں' یہ اعتراف کرتے ہیں کہ وہ بدعنوانی سے مکمل طور پر پاک' حقیقی طور پر شائستہ اور ایک زاہد انسان ہیں۔ ان کا حکم یہ ہے کہ ان کی تصویر کہیں نہ سجائی جائے' یہ تیسری دنیا کے دوسرے ملکوں سے بالکل مختلف منظر ہے' جہاں چمکیلے چہروں اور سفاک آمروں کی تصاویر ہر دفتر' دکان اور ہوٹل میں نظر آتی ہیں۔

فنانشل ٹائمز - ۱۸ اگست ۱۹۸۸ء

صدر ضیاء الحق نے اسلام کو سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کیا یا نہیں' مگر اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ ایک پکے مسلمان تھے۔ ان کے بدترین دشمن بھی ان کے ذاتی کردار کی پاکیزگی کے قائل تھے اور ان کی شائستگی کے بارے میں تو یہ کہا جاتا تھا کہ وہ پلک جھپکنے میں' گلے ملنے جیسی محبت کا مظاہرہ کر سکتے تھے۔ انٹرویو کے دوران انہوں نے کہا وہ ایک ایسے انسان دوست شخص کی حیثیت سے یاد رکھے جانے کے آرزومند ہیں جس نے نفاذ اسلام کی بہترین کوشش کی۔ انہوں نے کہا وہ ایک اچھے سپورٹس مین کی طرح ریٹائر ہو جانے کے آرزومند ہیں تاکہ وہ اپنا زیادہ وقت خاندان اور گالف کو دے سکیں۔ فروغ اسلام کے سلسلے میں اپنی آرزو پر زور دیتے ہوئے انہوں نے کہا ان کی زندگی کی سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ وہ کابل کی جامع مسجد میں نماز ادا کریں۔

اکنامک اینڈ پولیٹیکل ویکلی - ۳ ستمبر ۱۹۸۸ء

جنوبی ایشیا کے سیاسی منظر سے جنرل محمد ضیاء الحق کے رخصت ہو جانے کے بعد ایک ذہین سیاست دان منظر پر موجود نہیں رہا۔ اگر کوئی شخص ایک ہی وقت میں امریکی صدر ریگن کی انتظامیہ اور دوسری طرف بھارت کے معتدل مزاج اور انتہا پسند سیاست دانوں میں اپنے مداح رکھتا ہو' تو یہ کوئی معمولی کامیابی نہیں۔ مستقل مزاجی اور پامردی سے سوویت یونین کے خلاف ڈٹے رہنے کی وجہ سے دنیا بھر میں ان کے مداح پیدا ہو گئے تھے۔ کسی پاکستانی مدبر کو اپنی شخصیت کا

ہمدردی سے جائزہ لینے والے اتنے بھارتی دانشور میسر نہیں آئے' جتنے کہ جنرل ضیاء کو۔ جنرل ضیاء الحق وہ پہلے پاکستانی مدبر تھے جنہوں نے نہ صرف پاکستان کو ایک حقیقی اسلامی ملک بلکہ جنوبی ایشیا کا ایک ملک بنانے کی سرتوڑ کوشش کی۔ ضیاء الحق کے جانشینوں کے لئے اس راستے کو ترک کرنا آسان نہ ہوگا۔ یہ بڑی دلچسپ بات ہے کہ نہ تو پیپلز پارٹی اور نہ ہی ایم آر ڈی نے کبھی ان کی خارجہ پالیسی کی کوئی حقیقی مخالفت کی۔

اکنامک اینڈ پولیٹیکل ویکلی۔ ۲۷ اگست ۱۹۸۸ء

جنرل ضیاء الحق پاکستان کی تاریخ کے سب سے زیادہ ذہین' زیرک اور اولوالعزم سیاستدان تھے۔ ان کے مقابلے میں قوت سیکنک کے حامل اور کارناموں کا خبط رکھنے والے ذوالفقار علی بھٹو سکول کے بچے نظر آنے لگے۔ وہ دنیا کی سب سے بڑی طاقت کے صدر کو یہ بتانے کی جرات اور اعتماد رکھتے تھے کہ ان کی طرف سے کی جانے والی مدد کی پیشکش محض مونگ پھلی ہے۔۔۔ اور یہ بات یاد رہنی چاہئے کہ انہوں نے یہ بات مونگ پھلی کے کاشت کار کارٹر سے کہی تھی جو اس وقت امریکہ کے صدر تھے۔

یو ایس نیوز اینڈ ورلڈ رپورٹ۔ ۲۹ اگست ۱۹۸۸ء

افغانستان سے سوویت یونین کی واپسی' صدر ضیاء الحق کی یادگار ہے۔ اس عظیم کھیل میں شریک دوسرے کسی بھی کردار سے زیادہ صدر ضیاء الحق نے وہ صورت حال پیدا کی' جس کے نتیجے میں گورباچوف ملال کے ساتھ ناکامی کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو گئے۔

جیسا کہ جنرل ضیاء کہتے تھے' جنیوا معاہدہ پاکستان کی ضرورتیں پوری نہیں کر سکا۔ ان کا کہنا تھا کہ ایک ایسا معاہدہ تسلیم کر کے جس کے تحت نہ تو کابل سے روس کی کٹھ پتلی حکومت ختم ہوئی اور نہ ہی تیس لاکھ مہاجر واپس گئے' پاکستان اپنے آپ کو ستے داموں بیچنے پر تیار ہو گیا ہے۔۔۔ وہ افغانستان میں ایک نئی حکومت کی تشکیل کے آرزومند تھے۔

سرکاری طور پر بھارتیوں نے تین دن تک صدر ضیاء الحق کا سوگ منایا' غیر سرکاری طور پر وہ جشن منا رہے تھے۔ وہ ایک ناقابل تسخیر دشمن تھے اور بھارت میں ان کی موت کا خیر مقدم کیا گیا ہے کہ شاید اس سے پاکستان سیاسی اور عسکری طور پر کمزور ہو جائے۔ ممکن ہے بے نظیر کے اقتدار میں آ جانے سے بھارت سے پاکستان کی دوستی قائم ہو جائے۔

انڈیا ٹوڈے۔ ۱۵ ستمبر ۱۹۸۸ء

جب تجزیہ نگار تاریخ کے صفحات میں جھانکیں گے تو وہ محسوس کریں گے کہ ضیاء الحق برصغیر کے کامیاب ترین مدبر اور سیاست دان تھے۔ صدر ضیاء الحق کے جنازے کے لئے احتیاط سے تشکیل دیئے جانے والے وفد میں شامل اٹل بہاری باجپائی نے' جو ۱۹۷۷ء میں پاکستان سے تعلقات کے نئے دور کا آغاز کرنے والے وزیر خارجہ تھے' یہ کہا ہے کہ "وہ اصلی گرو تھا' اس نے امریکہ کو نچایا' روس کو چکرایا اور ہمیں ستایا"۔

"وہ تیسری دنیا کے ایک منفرد سیاست دان تھے' جنہوں نے خارجہ پالیسی کو اپنی عافیت بنا لیا۔ ان کی کامیابیاں ایک مثال کا درجہ رکھتی ہیں۔ امریکہ دفاعی اعتبار سے ان کا بہترین دوست تھا اور امریکہ کا بدترین دشمن ایران ان کا سب سے بڑا تجارتی ساجھے دار۔ اس طرح جب سعودی عرب ایران کے خوف سے اربوں ڈالر کا اسلحہ خرید رہا تھا' پاکستان نے ایران کے پائلٹوں اور سپاہیوں کو تربیت دی' جبکہ سعودی عرب میں خود اس کے اپنے خرچ پر پاکستان کے ۳۵۰۰۰ سپاہی موجود تھے۔ صدر ضیاء الحق نے پاکستان کو امریکہ کی افغان پالیسی کا الگ نہ ہو سکنے والا اہم ترین حصہ بنا دیا اور روسیوں کے سامنے واضح کر دیا کہ وہ ان کی تائید کے بغیر افغانستان میں امن قائم نہیں کر سکتے۔ امریکی دباؤ کے باوجود انہوں نے اپنا ایٹمی پروگرام جاری رکھا۔

نیوز ویک۔ ۲۹ اگست ۱۹۸۸ء

اپنی ذاتی زندگی میں ضیاء الحق ایک ایسے شخص تھے جو مکمل طور پر دیانت دار تھے۔ لوگوں کا ان سے ملنا آسان تھا۔ اپنی شخصیت اور سیاسی مقاصد کے بارے میں وہ بے ساختگی سے گفتگو کرتے تھے۔ وہ تعلقات عامہ کی جبلی مہارت رکھتے تھے۔ "سربراہ مملکت" ہونے کے زعم میں مبتلا ہونے کی بجائے' جس نے کئی آمروں کو تباہ کیا' وہ ایک رولس رائس کار پر فوجی جیپ کو ترجیح دیتے تھے۔ وہ راولپنڈی کے ایک اوسط درجے کے فوجی بنگلے میں رہائش پذیر رہے اور انہوں نے ایوان صدر میں منتقل ہونا پسند نہ کیا۔ ایک ایسے ملک میں جو بدعنوانی کے لئے بدنام ہے' وہ دولت جمع کئے بغیر اس دنیا سے گئے۔ کیا وہ سیاست اور عالمی امور نمٹانے میں ایک سادہ لوح شخص تھے؟۔۔۔ بارہا ایسا ہوا کہ انہوں نے بڑی ذہانت سے پاکستان کے تاریخی دشمن بھارت سے پیش رفت کرنے کا موقع چھین لیا۔ نفرت اور محبت کے اس ملے جلے رشتے کی فضا میں جو تقسیم کے بعد سے دونوں ملکوں میں چلا آ رہا ہے اور جسے منقسم خاندانوں کے باہمی تعلق نے باندھ رکھا ہے' انہوں نے ہمیشہ صورت حال سے فائدہ اٹھایا۔ ۱۹۸۴ء میں وہ دنیا کے پہلے سربراہ حکومت تھے جنہوں نے خطرات کی موجودگی کے باوجود اعلان کیا کہ وہ اندرا گاندھی کے جنازے میں شریک ہوں گے۔ انہوں نے حیرت انگیز حد تک موثر کرکٹ ڈپلومیسی سے کام لیا' جبکہ گزشتہ سال وہ جے پور میں پاک بھارت میچ دیکھنے گئے اور اس موقع پر انہوں نے راجیو گاندھی سے ملاقات کر کے سرحدی کشیدگی ختم کی۔

فنانشل ٹائمز۔ ۳۰ اگست ۱۹۸۸ء

بھارتی مبصر اعتراف کرتے ہیں کہ صدر ضیاء الحق ایک ماہر مدبر تھے جنہوں نے بھارت کے ساتھ تعلقات کے معاملے کو نہایت زیرکی سے نمٹایا۔ پاکستان اور بھارت پر نظر رکھنے والے آزاد مبصر کہتے ہیں کہ ایٹمی پروگرام کے سلسلے میں ابہام کی کیفیت برقرار رہے گی اور دونوں ملکوں میں سے کوئی ایٹمی مہارت کا مظاہرہ نہ کرے گا۔۔۔ یہ اس امر کی ایک اور مثال ہے کہ صدر ضیاء الحق نے کس ذہانت سے اپنے ملک کے خارجی اور دفاعی معاملات چلائے۔

ان کا ایک اور کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے بھارت کے اندر کمال مہارت سے ایک لابی پیدا کر دی۔ بھارت کے باہر کم لوگ یہ جانتے ہیں کہ بھارت کے اندر ایک ایسا موثر اور طاقتور حلقہ پیدا ہو گیا ہے جو یہ چاہتا ہے کہ کمزور پڑوسی کو رعایتیں دی جائیں اور اس سے اچھا سلوک کیا جائے۔ وہ پاکستان جانے والے اپنے ہمسایوں کا خوشدلی سے خیر مقدم کرتے تھے اور گزشتہ دنوں اپنی کرکٹ ڈپلومیسی سے انہوں نے اس کی یاد تازہ کر دی' جب وہ اس وقت ایک میچ دیکھنے کے لئے بھارت آئے جب مسٹر راجیو گاندھی ان کا خیر مقدم کرنے پر آمادہ نہ تھے۔ انہوں نے سابق بھارتی وزیر اعظم معمر مرار جی ڈیسائی کو دونوں ملکوں کے مراسم بہتر بنانے کے لئے پاکستان کا اعلیٰ ترین سول اعزاز دے کر اس طرف اشارہ کیا کہ راجیو گاندھی نے اس سلسلے میں کچھ نہیں کیا۔

دی ٹائمز۔ ۱۸ اگست ۱۹۸۸ء

اس شخص نے جو اقتدار سنبھالنے کے موقع پر ایک سادہ لوح سپاہی نظر آتا تھا' ان لوگوں کو بار بار شکست سے دوچار کیا' جن کو ذہانت کا زعم تھا' اس میں ذوالفقار علی بھٹو سمیت جنہوں نے ان کا تقرر کیا' ان کے دوست بھی شامل ہیں۔ امکان یہ ہے کہ اگر حادثہ نہ ہو جاتا تو نومبر کے بلدیاتی اور پارلیمانی انتخابات میں بھی اپنے ماضی کی یاد تازہ کر دیتے۔ ان کے بعض دشمن بھی ان کی عزت کرتے تھے کہ وہ انتقام پسند نہیں۔ کہا جاتا تھا کہ وہ افراد کے ساتھ اپنے پیش روکی سی سختی نہیں کرتے اور افراد کی مخالفت میں وہ ان کے خاندانوں کو تباہ نہیں کرتے۔۔۔ اس اعتبار سے ان کی یہ آرزو جائز ہے کہ انہیں ایک معزز آدمی کے طور پر یاد رکھا جائے۔ ان کا تعلق کسی جاگیردار گھرانے سے نہیں' درمیانے طبقے کے ایک خاندان سے تھا۔ اپنے پیش رو ذوالفقار علی بھٹو اور پاکستان کے طاقتور طبقے کے دوسرے افراد کے برعکس ان کی ذاتی زندگی ہر طرح کے سکینڈلوں سے پاک تھی۔۔۔ وہ ایک پاکباز مسلمان تھے۔

ضیاء ایک پکے مسلمان تھے اور ان کی زندگی کا ایک مشن تھا۔ اپنے اقتدار کے اولین دنوں میں اکثر انہیں ان کے حقیقی قدوقامت سے کم درجے پر رکھ کر دیکھا گیا' تاہم انہوں نے اپنے نقادوں کو اپنی بروئے کار رہنے کی صلاحیت سے حیران کر دیا۔ ان کی سیاسی کامیابیوں کو ان کی خوش قسمتی قرار دیا جاتا رہا ہے۔ وہ واقعی خوش قسمت تھے لیکن ان کی سیاسی کامرانیاں ان کی چھٹی حس اور عزم کی پیداوار بھی تھیں۔ وہ ایک روایتی فوجی حکمران نہ تھے۔ وہ سیاسی تنقید میں انتہا درجے کے روادار تھے۔ انہوں نے اپنے دوستوں اور دشمنوں' دونوں کو توجہ کے ساتھ سننے کی عادت اور تکبر سے گریز کی بنا پر غیر مسلح کر کے رکھ دیا۔ خارجہ پالیسی کے میدان میں افغانستان کے بحران میں' انہوں نے جنگ کی جلتی آگ میں نہایت تحمل کا ثبوت دیا۔۔۔ انہوں نے عالمی طاقتوں اور بھارت کے ساتھ ایک ہی مہارت سے معاملات نمٹائے۔

ایشیا ویک۔ ۲ ستمبر ۱۹۸۸ء

جنرل ضیاء الحق ایک ایسے شخص کے طور پر جانے جاتے تھے' جن کی دیانت داری شک و شبہ سے بالاتر تھی۔ سیاست پر ان کی سخت گیرانہ پابندیوں کے باوجود وہ ایک ایسے شخص نہ تھے' جس کے کوئی اصول نہ ہوں۔ جب پاکستانی انہیں یاد کریں گے تو انہیں یاد آئے گا کہ انہوں نے کس طرح اپنے حریفوں کو ترغیب اور احتساب کے حیرت انگیز توازن کے ساتھ چت کر دیا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ اس ملک میں کشش ثقل کا مرکز تھے' جو اپنی تخلیق ہی کے وقت سے مصائب کا شکار تھا' جسے دولخت کر دیا گیا اور جو مسلسل متصادم نظریات کی وجہ سے بحران اور کشاکش کا شکار رہا۔

ایک عہد ساز شخصیت

پاکستان کی تاریخ کا دھارا پھر ایک جگہ آ کر تھم گیا ہے۔ صدر جنرل محمد ضیاء الحق کی شہادت اس قدر اچانک تھی کہ ابتداء میں تو خبر کے مستند ہونے کا یقین نہ تھا۔ لیکن قدرت کے قانون میں ترمیم ناممکن ہے۔ جنرل ضیاء الحق کی شہادت پاکستان کے مستقبل کا دھارا کس سمت موڑتی ہے یہ تو آنے والا وقت ہی بتائے گا لیکن بہاولپور کے قریب وہ جس فضائی حادثے کا شکار ہوئے اس میں جنرل اختر عبدالرحمن، لیفٹیننٹ جنرل میاں محمد افضال، میجر جنرل محمد شریف ناصر، میجر جنرل عبدالسمیع، میجر جنرل محمد حسین اعوان، بریگیڈئیر صدیق سالک، بریگیڈئیر نجیب، بریگیڈئیر معین الدین خواجہ، بریگیڈئیر عبدالماجد، بریگیڈئیر محمد لطیف، کرنل صفدر محمود، اسکواڈرن لیڈر راحت، حبیب صدیقی، کیپٹن زاہد رانا، جہاز کے کپتان کیپٹن ونگ کمانڈر مشہود ان کے عملے کے چودہ ارکان جیسے ذہین اور تجربہ کار لوگ شامل تھے اس کے علاوہ پاکستان میں امریکہ کے سفیر آرنلڈ رافیل اور فوجی اتاشی بریگیڈئیر واسم بھی اس المناک حادثے کا شکار ہونیوالوں میں شامل تھے یہ نقصان اتنا سستا بھی نہیں جو بہائے جانیوالے آنسوؤں اور دس دن کا قومی سوگ اس کی تلافی کر دے یہ المناک حادثہ آج ہمیں تاریخ کے ایک اہم موڑ پر لے آیا ہے جہاں سے مستقبل کی واضح ہئیت نظر نہیں آتی۔ تاریخ نے ہم سے کئی مرتبہ مذاق کیا ہے اور بیرونی سازشوں نے اہم دوراہوں پر سمتوں کے غلط تعین نے اہم کردار ادا کیا ہے اور اس سے قبل ۱۹۵۳ء میں اورئینٹ ایروز کا طیارہ سازش کا شکار ہوا تھا جب وزیراعظم لیاقت علی خان کے قتل کی تحقیقاتی رپورٹ لے کر راولپنڈی سے کراچی جا رہا تھا اور اس طیارے میں جنرل افتخار مرزا اور جنرل شیخ علی خان جاں بحق ہو گئے تھے اگر وہ رپورٹ منظر عام پر آ جاتی تو آج پاکستان کا جغرافیہ مختلف نہ ہوتا لیکن دوسرے فضائی حادثے نے ہماری کمر توڑ کر رکھ دی ہے جو ۳۰ جانیں اس فضائی حادثے میں کام آئیں وہ برسوں کی ریاضت کا نچوڑ تھیں۔ تجربات کی بھٹی میں پک کر کندن بن چکی تھیں اور پاکستان کا ایک ایسا اثاثہ تھیں جو اپنے وجود میں ملک کے تحفظ کی علامت تھیں۔

صدر ضیاء الحق کی ذاتی شخصیت شرافت اور سادگی کا نمونہ تھی جب انہیں پاکستان کی مسلح افواج کا سربراہ بنایا گیا تو خیال تھا کہ اس وقت کے وزیراعظم مرحوم ذوالفقار علی بھٹو نے ایک ایسے شخص کو فوج کا سربراہ متعین کیا ہے جو کبھی بھی اپنی حدود سے تجاوز نہیں کرے گا اور افواج میں ان کے لیے وفاداری کی علامت ثابت ہو گا۔ لیکن جب سیاسی جماعتوں کے اتحاد پی این اے اور حکومت کی مابین رسہ کشی ملک کو خانہ جنگی کے دھانے پر لے آئی اور پوری قوم کو سیاسی بحران میں دھکیل دیا گیا اور پوری قوم پر بے یقینی اور مایوسی کے سائے لہرانے لگے تو فوج کے چیف آف اسٹاف کی حیثیت سے جنرل محمد ضیاء الحق نے اپنا کردار نبھانا ضروری سمجھا کیونکہ افواج پاکستان ہی بیرونی خطرے اور اندرونی خلفشار میں تحفظ کی علامت ہیں اور پھر ۵ اپریل ۱۹۷۷ء کو پرامن فوجی انقلاب کے لیے بھٹو حکومت کو معزول کر کے اور مارشل لاء کا نفاذ کر دیا او بحیثیت چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر انہوں نے اپنی پہلی نشری تقریر میں آئینی تقاضوں کے تحت ۹۰ روز کی مدت میں انتخابات کرانے اور ملک کو دوبارہ جمہوریت کی راہ پر گامزن کرنے کا وعدہ کیا بعد میں سیاسی حالات اور ایک پارٹی سے دشمنی کی حد تک رقابت اور جنرل ضیاء الحق کے اپنے وعدے کے مطابق سیاسی جماعتوں کے سربراہان کے مشورے کے نتیجے میں انتخابات کے وعدے پر نظر ثانی کی گئی اور انہیں غیر معینہ مدت کے لیے التوء میں ڈال دیا گیا۔ سابقہ دور حکومت کے خلاف احتساب کے عمل شروع ہوا اور پی این اے نے جنرل ضیاء کی دعوت پر اقتدار میں شرکت کا فیصلہ کیا اور یوں سیاسی کارکنوں کے بقول ان کے خون کی قیمت وصول کی گئی۔ جنرل ضیاء الحق نے ۱۹۷۹ء میں ایک مرتبہ پھر انتخابات کے انعقاد کا اعلان کیا۔ لیکن اس مرتبہ بھی ان کا انعقاد ملتوی کر دیا گیا۔ ۴ اپریل ۱۹۷۹ء کو سابق وزیراعظم کو پھانسی دیئے جانے کے بعد جنرل ضیاء الحق بھی سیاسی کشمکش کا شکار بن گئے اور شاید یہی وہ لمحات تھے جن نے ہمیں فوج کے وقار اور تحفظ کی خاطر طویل المعیاد حکمرانی کے بارے میں سوچنے پر مجبور کر دیا اور یوں انہوں نے ملک کو ایک ایسا نیا سیاسی نظام دینے کا فیصلہ کیا جس کے ڈانڈے نہ تو ایوب خان سے ملتے تھے اور نہ ہی یحییٰ خان سے اور اس نظام کی شاخیں نہ ہی مغربی جمہوریت کے تناور درخت سے پھوٹی تھیں۔

ان کے سیاسی نظریات اور افکار سے اختلاف سہی لیکن ان کی ذاتی شرافت و نجابت اور اسلام سے وابستگی سے کسی کو انکار نہیں اور اختلاف جہاں ان کے سیاسی نظریات سے تھا وہیں اس بات سے بھی تھا کہ انہوں لاشعوری طور پر سہی اسلام سے اپنی وابستگی کو اقتدار کی طوالت کا ذریعہ بنایا اور ۱۹۸۴ء میں اسلامائزیشن کی تکمیل کے لیے ریفرنڈم کرایا اور اسے پاکستان کے عوام کی جانب سے انہیں پانچ سال تک سربراہ مملکت کی حیثیت سے کام کرنے کی سند جانا۔ جنرل محمد ضیاء الحق مشاورت کے بے انتہا قائل

تھے اور انہوں نے مملکت پاکستان کو ایک نیا سیاسی ڈھانچہ دینے کے لیے زندگی کے ہر مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے لوگوں سے مذاکرات کیے۔ اور پھر ۱۹۸۵ء میں قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات غیر جماعتی بنیادوں پر کرا دیئے۔ خود انہوں نے فوج کا چیف آف آرمی اسٹاف رہتے ہوئے صدر مملکت کا عہدہ بھی سنبھال لیا اور وزیر اعظم صدر کے مابین اختیارات میں توازن پیدا کرنے کے لیے ترمیم بھی کی گئیں۔ جس پر ان آرا کا اظہار کیا گیا کہ صدر مملکت نے حکمرانی پر گرفت مضبوط رکھنے کے لیے یہ ترامیم کرائی ہیں اور اس قیاس کی تصدیق اس وقت ہو گئی جب ۲۹ مئی ۱۹۸۸ء کو انہوں نے بیک جنبش قلم قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیاں توڑتے ہوئے مرکز اور صوبوں کی حکومتوں کو برطرف کرتے ہوئے نئی نگران حکومتیں تشکیل دے دیں۔ جنرل ضیاء الحق نے آئینی تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ۱۶ نومبر کو عام انتخابات کرانے کا اعلان کیا تھا کہ ایک مرتبہ سیاسی ایوان تو تشکیل پائے اس کے بعد ان سے بنیادی جمہوریت کی بحالی کی امداد رکھی جائے۔

لیکن شاید اللہ تعالیٰ کو اپنے اس بندے کا زوال منظور نہیں تھا جو اس کا رطب اللسان تھا ہر کام کی ادائیگی میں پہلے اس کا نام لیتا تھا۔ خدا کے گھر میں حاضر ہو کر آنسوؤں سے ملک و ملت کے اتحاد کی دعا مانگتا تھا جس نے ہر گھڑی ہر سانس میں رب ذوالجلال سے اپنا ناطہ قائم رکھا اور اللہ تعالیٰ اپنے سے برگزیدہ بندے کو شہادت کا رتبہ دے کر سرفراز کیا اور روایت کے برعکس عروج کو زوال نہ آنے دیا۔ جنرل ضیاء الحق کی موت، چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر، ایک صدر، یا ایک چیف آف آرمی اسٹاف کی موت نہیں بلکہ ایک قومی المیہ ہے ایک بین الاقوامی سانحہ ہے جس پر پوری قوم سن اور بین الاقوامی برادری سوگوار ہے۔ جنرل محمد ضیاء الحق کو اس بات کا کریڈٹ جاتا ہے کہ انہوں نے سیاست کو شرافت کا روپ دیا اور اپنی آخری سانس تک قوم کا اخلاقی قبلہ درست کرنے میں مصروف رہے، ۱۷ اگست کو ایک عہد ساز دور کا اختتام ہی نہیں بلکہ ایک تاریخ ساز شخصیت ہمارے درمیان سے اٹھ گئی۔ جنرل ضیاء الحق نے پاکستان پر طویل ترین عرصے تک حکمرانی کی۔ ان کے مارشل لاء کا دورانیہ ایوب خاں اور یحییٰ خاں دونوں کے مارشل لاء کی مجموعی مدت سے بھی زیادہ ہے چیف آف اسٹاف کے عہدے پر طویل ترین عرصے تک فائز رہنے کا اعزاز بھی انہی کو حاصل ہے اور ان کے سیاسی اثرات ایک طویل عرصے تک اس ملک پر رہیں گے۔

مولانا سید عبداللہ بخاری امام جامع مسجد دہلی کیساتھ

جنرل محمد ضیاء الحق نے نامساعد حالات میں بھی جرات اور پامردی کا ثبوت دیا اور مسئلہ افغانستان اس کا منہ بولتا ثبوت ہے انہوں نے اپنے اس موقف کی بھاری قیمت بھی ادا کی لیکن ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹایا، انہوں نے دس سال تک افغانستان کے مسئلے پر ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا اور افغان مجاہدین کی سب سے بڑی اخلاقی طاقت تھے اور پھر جنیوا معاہدے کی صورت انہیں ایک سپر پاور کے مقابلے میں اخلاقی فتح حاصل ہوئی۔ پاکستان آٹھ سال تک ایران عراق جنگ کے اثرات بھی برداشت کرتا رہا اور جنرل محمد ضیاء الحق نے یہاں بھی فہم و تدبر کا عملی ثبوت دیا اور ایران عراق جنگ کے لئے ہمہ وقت مصروف رہے اور ایک فعال کردار ادا کیا، جنرل محمد ضیاء الحق نے بھارت جیسے ازلی دشمن کی شاطرانہ چالوں کا انتہائی تحمل، سکون اور بردباری سے مقابلہ کیا کئی مواقع ایسے آئے جب دونوں ممالک میں جنگ کے گھمبیر بادل منڈلانے لگے لیکن انہوں نے تندی اور تیزی دکھانے کی بجائے اپنی نرم گوئی اور سیاسی بردباری کی بدولت بھارت کو اخلاقی محاذ پر پسپا ہونے پر مجبور کر دیا اور کرکٹ ڈپلومیسی کے ذریعے جنگ کے ابھرے ہوئے غبار کو جھاگ کی طرح بٹھا دیا اور بھارتی ڈپلومیسی کے ناخداؤں پر ایک کاری چپت رسید کی، جنرل محمد ضیاء الحق کی موت پر ساری بین الاقوامی برادری غم و اندوہ کی تصویر بنی ہوئی ہے انہوں نے خود کو بین الاقوامی سطح پر ایک سیاسی مدبر تسلیم کروایا اور جب کمیونزم کی پیش قدمی کی تاریخ میں افغانستان

اُردن کے ولی عہد شہزادہ حسن بن طلال کیساتھ

سے روسی فوجوں کے انخلا کی صورت جو معجزہ رونما ہوا اس نے بین الاقوامی سطح پر جنرل محمد ضیاء الحق کے سیاسی قد کو بڑھایا۔ جنرل ضیاء الحق قومی و بین الاقوامی سیاست کی بھٹی میں پک کر اب کندن بن چکے تھے انہوں نے اقوام متحدہ غیر جانبدار تحریک اسلامی کانفرنس اور دیگر بین الاقوامی اداروں میں اپنی صلاحیتوں اور پالیسیوں کی بدولت پاکستان کا وقار بلند کیا اور بین الاقوامی مسائل خصوصی اسلامی ممالک سے وابستہ مسائل میں پاکستان کے نقطہ نظر کو اہمیت دی جانے لگی تھی، جنرل ضیاء الحق کے تدبر، فراست اور تجربے پر اگر نظر ڈالی جائے اور بین الاقوامی مسائل میں ان کے کردار کو پرکھا جائے تو نہ صرف یہ کہ پاکستان بلکہ پوری امہ مسلمہ میں ان کے پائے کی دوسری شخصیت موجود نہیں ان کی جدائی کی صورت میں ہمیں جو ناقابل تلافی نقصان ہوا ہے آنے والی رہائی بھی شاید اس نقصان کو پورا نہ کر پائے۔

اب وقت آیا تھا کہ جنرل محمد ضیاء الحق کی بصیرت سے فائدہ اٹھایا جاتا ان کے تجربات کے نچوڑ سے پاکستان کے ایک مضبوط مستقبل کی بنیاد رکھی جاتی ان کی فوجی اور سیاسی تربیت کو ملک کے بہترین مفاد میں استعمال کیا جا سکتا، لیکن ایسا نہ ہو سکا یا ایسا ہونے نہ دیا گیا دونوں صورتوں میں نقصان پاکستان کو ہی ہوا۔ جنرل محمد ضیاء الحق کو اقتدار کا ایک طویل عرصہ میسر آیا تھا اور وہ کچھ کر سکتے تھے جو ماضی میں کوئی دوسرا نہیں کر پایا تھا بعض مفادات اور سیاسی مجبوریوں نے ان کے ذہین میں پاکستان کے لئے ایکنئی سیاسی راہ متعین کر دی تھی اور وہ تمام عرصہ اس منزل تک پہنچنے کے لئے سرگرداں رہے، انہوں نے کئی راستے بدلے کئی طوفانوں کا مقابلہ کیا حالات کی نبض پر ہاتھ رکھ کر مستقبل کے لئے فیصلہ کرنے کی سعی کی، ہر نئے راستے ہر نئے ہمسفروں کا انتخاب کیا لیکن وہ شاید اس قدر راستے تبدیل کر چکے تھے انہیں مایوس نہیں کیا تھا اور وہ قوم کو ہر نیا راستہ بدلنے کی گھڑی جلد ہی ایک سہانے مستقبل کی نوید سناتے رہے لیکن قوم نے ان پر جو سیاسی سرمایہ کاری کی تھی اس کے منافع کی بات تو بات میں خسارہ ہی پورا نہیں ہوا تھا کہ وہ داعی اجل کا شکار ہو گئے وہ خود بھی منزل کی تلاش میں سرگرداں رہے اور گیارہ برس کے بعد آج قوم بھی وہیں کھڑی ہے جہاں سے اس نے گیارہ برس قبل جنرل ضیاء الحق کے ساتھ ملک کو سیاسی استحکام دلانے کی منزل کی جانب سفر شروع کیا تھا جنرل ضیاء الحق آہوں اور سسکیوں کے درمیان رخصت تو ہوئے اور ان کی تہذیب، شائستگی، حسن سلوک اور شرافت کے باعث پوری قوم نوحہ کناں بھی ہے لیکن اس کے ساتھ بھی سیاسی بحران اور آئینی خلا کا شکار بھی۔

سینٹ کے چیئرمین غلام اسحاق خاں کے صدر عہدہ سنبھالنے سے آئین کی پاسداری تو کی گئی لیکن اس کے ساتھ ہی ملک میں ایمرجنسی نافذ کر دی گئی اور امور مملکت کی انجام دہی کے لئے ایک ایمرجنسی کونسل بھی تشکیل دی گئی جس میں تینوں افواج کے سربراہ بھی شامل ہیں نئے صدر نے اس بات کی یقین دہانی کرائی کہ انتخابات جنرل ضیاء الحق کے اعلان کردہ شیڈول کے مطابق ۱۶ نومبر کو ہوں گے۔ لیکن صورت حال کا تقاضا اور حالات کی روانی کچھ اور ہی کہانی سناتی نظر آتی ہے گذشتہ گیارہ برسوں میں سیاست میں علاقائیت اور عصبیت کی فضا قائم ہوئی ہے اس نے ملک کے اجتماعی سیاسی ڈھانچے کو بے حد متاثر کیا ہے سیاست میں قومی سوچ کا فقدان پیدا ہو گیا ہے اور یہ گلی کوچوں میں بکھر کر رہ گئی ہے گو کہ آج بھی ۹۰ دن میں انتخابات کرانے کا وعدہ ہے لیکن ۹۰ دن کا یہ ہندسہ پاکستان کو کبھی راس نہیں آیا، پاکستان کو سیاسی پٹری سے اترے تقریباً ۲۵ برس ہو چکے ہیں اور صدر پاکستان غلام اسحاق خاں کے لئے یہ ایک بہترین موقع ہے کہ وہ قوم کو جمہوریت کی پٹری پر رہنے دیں اگر صورت حال کا گہرائی سے جائزہ لیا جائے تو سیاست کبھی بھی صدر غلام اسحاق خاں کیلئے کھیل کا میدان نہیں رہی وہ دو جمع دو کرنے والے آدمی ہیں لیکن اقتدار میں شرکت کا جو احساس فوج اور

جہاد افغانستان کا انتہائی قریبی ساتھی جنرل اختر عبدالرحمٰن شہید

جنرل درانی کیساتھ

بیوروکریسی میں پیدا ہوچکا ہے وہ ان کے فیصلوں کو کس حد تک اثر انداز کرے گا یہ تو مستقبل قریب میں پتہ چل جائے گا۔ ملک اندرونی طور پر سیاسی بے راہ روی کا شکار ہے اور اسے جنرل محمد ضیاء الحق کے گیارہ سالہ پابند سیاسی دور میں تقویت بھی حاصل ہوئی اس اعصاب شکن ماحول میں فوج کے سیاسی کردار کے نعرے بے حد کشش ہے۔ لیکن فوج کے سیاست میں ملوث ہونے کے ہمیں شدید نتائج بھی بھگتنا پڑے ہیں۔ ۱۹۷۱ء کا سانحہ ہماری قومی تقدیر کے ساتھ کھلا مذاق تھا۔ لیکن ہم اس پریشانی کو بھی بھول گئے۔ ملک میں عدم تحفظ کی جو فضا قائم ہے اور سیاسی ناپائیداری کے جس پودے کی اب تک آبیاری کی جاتی رہی ہے اس سے ملک میں لسانی، نسلی، علاقائی فرقہ واریت نے خانہ جنگی کی سی کیفیت پیدا کردی ہے۔ خوف ودہشت کی یہ فضا کسی بڑے سانحہ کی عکاس ہوتی ہے اور ہمیں جو جھٹکا سقوط مشرقی پاکستان کی صورت لگا تھا کہ اسی نے ہماری توڑ دی تھی اب ہم میں مزید کوئی کرب برداشت کرنے کا صبر نہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے موجودہ حالات سے غلام اسحاق خان فائدہ اٹھاتے ہوئے ملک کو سیاسی استحکام بخش دیں اور ایسے اقدام کا اعلان کریں جس سے فوج ہمیشہ کے لئے سیاست کی وادی اور اقتدار کے ایوانوں سے نکل جائے۔

جنرل محمد ضیاء الحق ہی ہم سے جدا نہیں ہوئے بلکہ ۳۰ افراد کی ہلاکت کے باعث ہم ایک ناقابل تلافی نقصان سے بھی دوچار ہوئے ہیں۔ ہر مرنے والا اپنے ساتھ کتنے بچوں کو یتیم کر گیا، کتنی سہاگنوں کے سہاگ اجڑ گئے کتنے والدین اپنے لخت جگروں سے محروم ہوگئے۔ قوم نے ان سپوتوں کی یہ قربانی ہم سے کچھ تقاضا کرتی نظر آتی ہے۔ اپنی قربانی کا صلہ چاہتی ہے اپنے مر مٹنے کا انعام چاہتی ہے اور وہ ہے ایک مضبوط، خوشحال پاکستان جہاں ہم حادثے کا شکار ہونے والوں کے پس ماندگان کے غم میں برابر کے شریک ہیں وہیں ہمیں اس بات کی کوشش کرنا چاہیئے کہ جس فرض پر وہ قربان ہوگئے وہ پورا ہو۔

امریکی سفیر رافیل

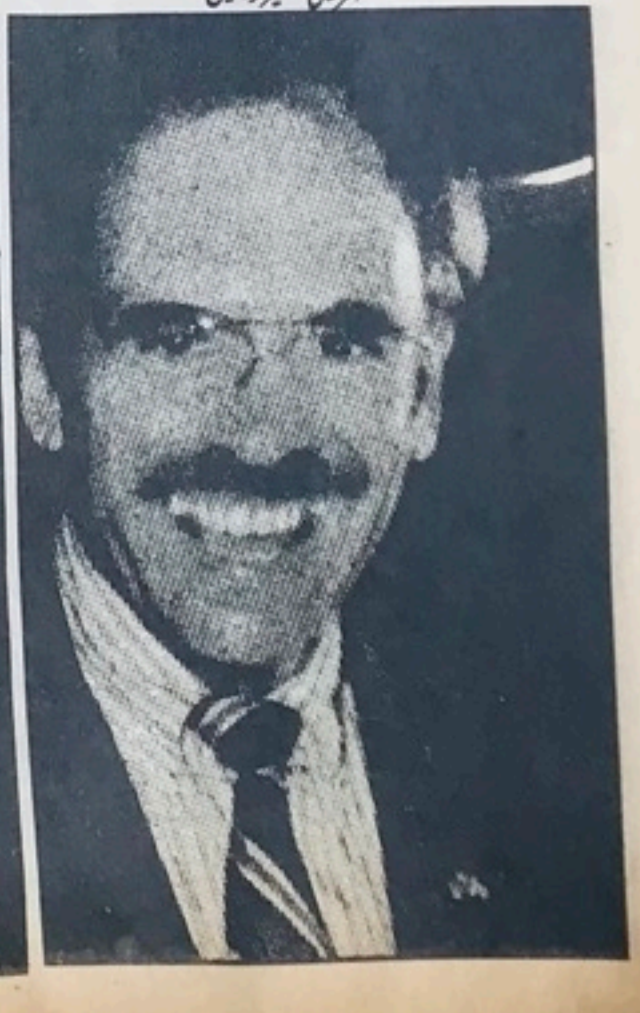

صبر و تحمل کا پیکر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ضیاء الحق

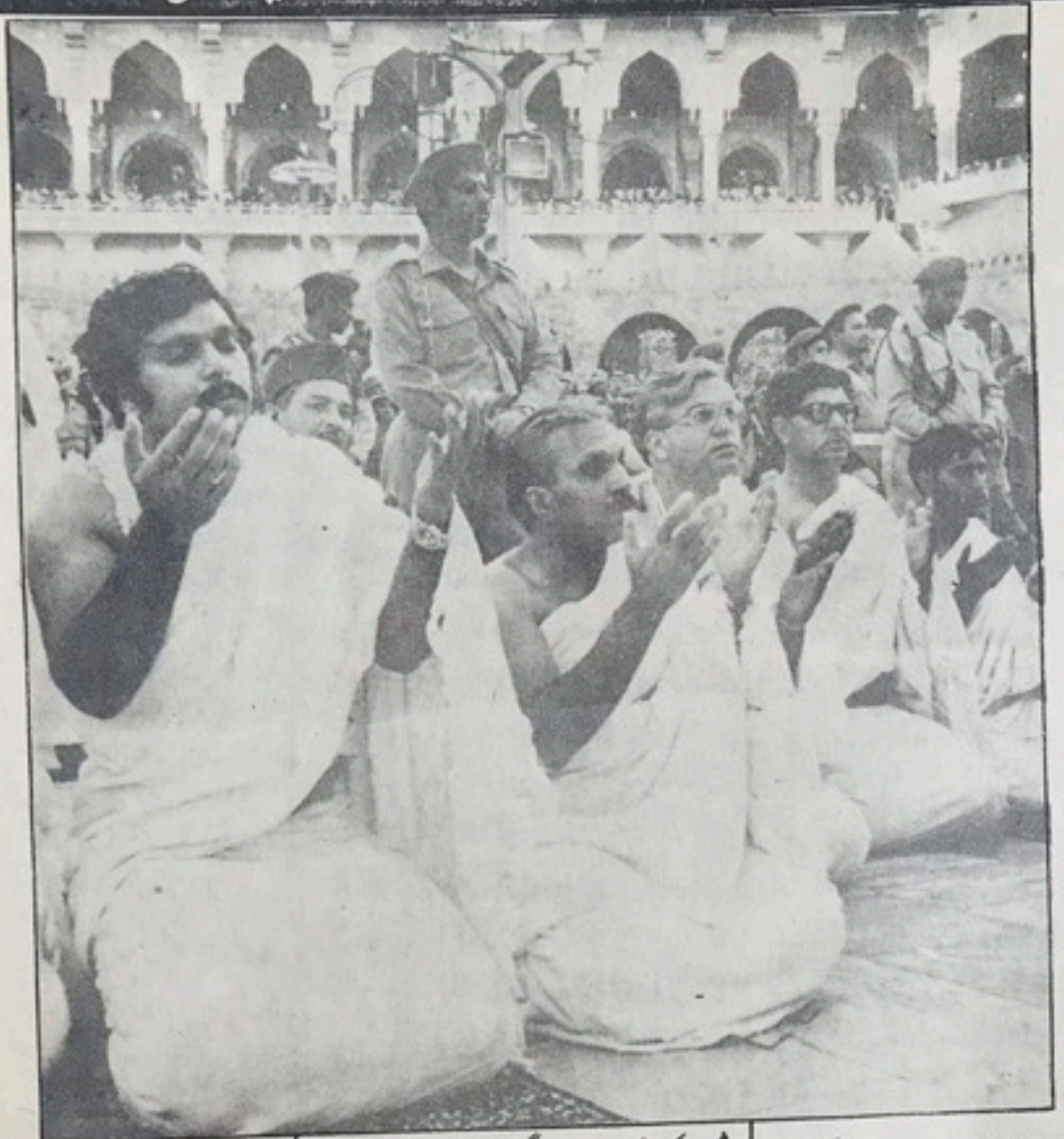

شہید جنرل ضیاء الحق نہ صرف پاکستان عوام کے ہر دلعزیز لیڈر تھے بلکہ عالم اسلام کے عظیم مجاہد تھے۔ صدر ضیاء طیارے کے ایک حادثے میں جاں بحق ہوگئے وہ بہاول پور کی فوجی مشقوں کے معائنے کے لیے گئے تھے واپسی پر جیسا ہی اُن کا طیارہ فضا میں بلند ہوا۔ طیارے نے دو قلابازیاں کھائیں اور ایک دھماکے سے پھٹ کر زمین پر آگرا۔ اس حادثے میں صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق سمیت دیگر ۳۵ اعلیٰ اور سول حکام بھی جاں بحق ہوگئے۔ امریکی سفیر آرنلڈ رافیل بھی صدر کے ہمراہ تھے وہ بھی ہلاک ہوگئے

اس اندوہناک خبر نے پورے پاکستان میں کہرام برپا کردیا تھا۔ جنگل میں آگ کی طرح ان کی ہلاکت کی خبر ملک میں پھیل گئی۔ ہر شخص کی آنکھ اشکبار ہوگئی۔ ہر دل اداس ہوگیا۔ ہر شخص پر سکتہ چھا گیا۔ کسی کی کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اُن کے محبوب راہنما کو کس کی نظر لگ گئی۔

جنرل محمد ضیاء الحق نے سابق وزیراعظم بھٹو کو معزول کرکے اقتدار حاصل کیا تھا وہ گیارہ سال برسراقتدار رہے۔ ۵ سال تک وہ مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر رہے۔ بعد ازاں انہوں نے ریفرنڈم کرایا اور آئینی طور پر سویلین صدر ہوگئے۔ تین سال قبل انہوں نے محمد خان جونیجو کی قیادت میں مسلم لیگ کی حکومت قائم کی۔ مارشل لاء کے دور سے لیکر اس حادثے تک انہوں نے معاشرت، سیاست، ثقافت، سائنس، تجارت اور قانون ہر شعبے میں اسلامی نظام کے نفاذ کے متعدد عملی اقدامات کیے۔ وہ اسلامی نظام کے حامی تھے۔ اور شریعت مصطفےٰ کو ہر شعبے میں داخل کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے اس مقصد کے لیے ابتداء میں نظام زکوۃ و عشر سود سے پاک بنکاری نظام قائم کیا شریعت کے منافی قوانین کو ختم کیا اور اسلامی نظریاتی کونسل کی بنیادی رکھی۔ مرحوم ضیاء الحق ایک امن العقیدہ مسلمان تھے وہ دین کی سربلندی اور اس کے فروغ کو بخشش اور نجات کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ حال ہی میں انہوں نے اسلامی نظام کے مزید اقدامات کیے تھے۔ قاضی عدالتیں قائم کی گئی تھیں۔ عدل و احسان کے نظام کے بارے میں وہ کوئی اہم اقدام کرنے والے تھے۔ کہ خدا نے انہیں مہلت ہی نہیں دی۔ وہ حادثے کا شکار ہوکر اپنے محبوب خالق حقیقی سے جاملے۔

صدر جنرل محمد ضیاء الحق بہترین اوصاف کی حامل شخصیت کے مالک تھے۔ فوجی ٹریننگ نے انہیں سخت جان بنا دیا تھا۔ وہ اٹھارہ گھنٹے قوم کی خدمت کرتے تھے نماز اور روزے کے پابند تھے۔ اسلامی احکامات کی سختی سے بجا آوری کرتے تھے۔ وہ ایک عظیم محب وطن اور پکے مسلمان تھے۔ اُن کے خیال میں حکمرانی پھولوں کی سیج نہیں کانٹوں کا تاج تھی۔ وہ امور مملکت کی انجام دہی میں دیانت داری، انصاف پسندی اور خوف خدا اسے کام لیتے تھے۔

پاکستان عوام سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ شریف النفس تھے۔ بچے بوڑھے اور نوجوان سب ہی ان کو احترام اور محبت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

انہوں نے پاکستان کو ہر شعبے میں زبردست اور مثالی ترقیوں سے ہمکنار کیا۔ اُن کے دور حکومت میں متعدد بحرانوں نے جنم لیا۔ وہ ہر آزمائش میں سرُخرو ہو کر نکلے۔ انہوں نے پامردی بہادری اور فہراست سے قوم کو بحرانوں سے نکالا۔ افغانستان سے روسیوں کو بھگانے اور بھارت کو محاذ آرائی سے دور رکھنے میں اُن کی ذہانت، بیدار مغزی اور حاضر دماغی کا بڑا دخل ہے۔ ایران عراق جنگ ہو یا لبنان اور اسرائیل میں فلسطینوں پر ظلم و ستم، وہ مسلمانوں کی جدوجہد کی حمایت میں آگے آگے تھے۔

بین الاقوامی دنیا میں وہ خارجہ امور کو بحسن خوبی سے نمٹانے میں ماہر سمجھے جاتے تھے انہوں نے اندرونی بیرونی دونوں محاذوں پر گرفت مضبوط رکھی تھی۔ وہ نرم مزاج کے اعتدال پسند آدمی تھے۔ سخت اور مشکل اور کشیدہ حالات میں بھی صبر و تحمل کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے۔ وہ جنگ کے بادلوں کو امن کی فضاء میں تبدیل کرنے میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔ انہوں نے دو مرتبہ جنگ تھوپنے کی بھارتی کوششیں ناکام بنائیں۔ وہ عالم اسلام کے اتحاد کے زبردست علم بردار تھے۔ اُن کے دور میں پاکستان کے اسلامی ملکوں سے تعلقات مثالی رہے۔ وہ مغرب میں اپنی اعتدال پسند پالیسیوں کے باعث پسند کیے جاتے تھے۔ افغانستان کے حوالے سے انہوں نے عالمی سطح پر شہرت حاصل کی تھی۔

اُن کی وفات نہ صرف پاکستان بلکہ عالم اسلام کا ناقابل تلافی نقصان ہے۔ اُن کی وفات سے پاکستان ایک عظیم مجاہد سے محروم ہو گیا۔ گویا قوم یتیم ہو گئی ہے۔ ہر شخص افسردہ اور دل بوجھل بوجھل ہیں۔ اپنے محبوب قائد کے لیے۔ جنکی شفقت محبت اور مہربانیاں ہمیں اپنے سرپرست کے جدا ہونے کا احساس دلا رہی ہیں۔ شہید کی تیسری برسی کے موقعہ پر آئیے ہم سب عہد کریں کہ قوم کو مایوس نہیں ہونے دیں گے۔ صدر ضیاء الحق کے مشن کو آگے بڑھائیں گے۔ ملک کو ان کے بتائے ہوئے پروگراموں کے مطابق ترقی دیں گے۔ انشاء اللہ ہمارے قائد کے پاکستان کو اسلام کا جو ناقابل تسخیر قلعہ بنانے کا خواب دیکھا تھا۔ اُس کا تعبیر قوم کو دیں گے۔ آزمائش او راستحان کی اس گھڑی میں اپنے اندر اتحاد، اخوت اور بھائی چارے کو فروغ دیں گے۔ اور اس ملک کو شہید صدر کے خوابوں کی تعبیر بنائیں گے۔

شہید کے فرزند فخر پاکستان جناب اعجاز الحق اور ڈاکٹر انوار الحق کے ہاتھ مضبوط کریں گے ضیاء الحق شہید فاؤنڈیشن کو فعال اور مضبوط بنا کر جنرل ضیاء کی پالسیوں کے عملی نفاذ کیلئے جدوجہد کریں گے۔

ایک فوجی حلی کاپٹر میں

امریکہ کے ڈاکٹر ہنری کسنجر کیساتھ

صدر ضیاء شہید، کے ایم عارف کی نظر میں

صدر جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم مجھ سے عمر میں چھ سال بڑے اور فوجی ملازمت کے اعتبار سے پانچ سال سینئر تھے۔ میری ان کے ساتھ رفاقت ۳۷ برسوں پر محیط ہے۔ ۵۱ میں ہماری پہلی ملاقات آرمرڈ کور سنٹر نوشہرہ میں ہوئی۔ اس وقت میں لیفٹیننٹ اور صدر ضیاء الحق کیپٹن تھے۔ میں اس وقت سے ہی ان کی صلاحیتوں اور عظمت کا قائل ہو گیا تھا وہ شروع ہی سے عبادت گزار، صوم و صلوۃ کے پابند اور انتھک محنت کے عادی تھے۔ پاکستان اور اس کی محبت ان کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ وہ پاکستان کے پہلے سربراہ تھے جنھوں نے یتیموں، بیواؤں مزدوروں اور غریب لوگوں کے لئے کئی تاریخ ساز اقدامات کئے۔ انہوں نے عمر بھر کبھی شراب کو ہاتھ نہیں لگایا۔ انہیں دیکھ کر دوسرے لوگوں میں نماز پڑھنے کی عادت پیدا ہوئی تھی۔ شروع شروع میں ان کی دینداری کی وجہ سے دوسرے فوجی افسر انہیں مولوی ضیاء الحق کہا کرتے تھے۔ تاہم وہ ایک راسخ العقیدہ مسلمان تھے وہ اپنے ماتحتوں کے ساتھ براہ راست رابطہ رکھنے کے قائل تھے۔ اپنی ابتدائی فوجی زندگی میں ان کی طبیعت میں بہت غصہ تھا مگر بعد ازاں ان کے مزاج میں دھیما پن آتا گیا وہ دوسروں کا نقطہ نظر بہت توجہ سے سن کر فیصلے دینے کے عادی تھے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ ہر انسان کو سچا سمجھنا چاہیے جب تک اس کا جھوٹ ثابت نہ ہو جائے۔ ان کے اس نقطہ نظر کی وجہ سے کئی لوگوں نے بہت سے ناجائز مفادات بھی حاصل کئے۔ بین الاقوامی امور اور انتظامی، فوجی معاملات میں بھی صدر ضیاء الحق شہید کو پورا عبور حاصل تھا تاہم وہ اقتصادی امور میں اتنے ماہر نہ تھے۔ ان خیالات کا اظہار سابق وائس چیف آف آرمی اسٹاف (ریٹائرڈ) جنرل خالد محمود عارف نے صدر جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم کے ساتھ ۳۷ سالہ رفاقت پر مبنی اپنی یادداشتیں بیان کرتے ہوئے گفتگو کرتے ہوئے آغاز کرتے ہوئے (ریٹائرڈ) جنرل خالد محمود

عظیم ہیرو کی عظیم بیوی

عارف نے بتایا کہ صدر جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم کو اگست ۴۵ء میں کمیشن ملا تھا۔ یہ انگریزی عہد حکومت تھا وہ اپنی یونٹ کے ساتھ مشرق بعید چلے گئے۔ اتفاق سے وہاں عید الفطر آ گئی۔ انہوں نے عید کی نماز پڑھی اور اس وقت کے آرمی رولز کے خلاف سارا دن شلوار قمیض زیب تن کئے رکھی۔ ان کے انگریزی افسر نے کہا "ضیاء الحق ہندوستانی لباس پہننا فوجی افسر کو زیب نہیں دیتا" چنانچہ اس جرم کی پاداش میں انکی پوسٹنگ دوسری یونٹ میں کر دی گئی۔ (ریٹائرڈ) جنرل خالد محمود عارف نے بھولی بسری یادیں تازہ کرتے ہوئے بتایا کہ ۵۱ء میں آرمرڈ کور سنٹر نوشہرہ میں میں نے صدر ضیاء الحق کے ساتھ جونئیر افسر کی حیثیت میں کام کیا تھا۔ وہ انتہائی چاق و چوبند اور ان تھک محنت کے عادی فوجی افسر تھے۔ اس زمانے میں انہیں قوالی اور

غزل سننے کا بے حد شوق تھا۔ تاہم وقت کی پابندی کرنے میں ان سے کچھ کوتاہی ہو جایا کرتی تھی۔ اسی عہد میں وہ روزانہ ۸۰ سے لے کر سو تک سگریٹ پیا کرتے تھے۔ ان کی دینداری شروع ہی سے مثالی تھی۔ کچھ دوسرے فوجی افسر انہیں مولوی ضیاء الحق کہا کرتے تھے۔ انہوں نے ۷۲ء میں فسٹ آرمرڈ ڈویژن میں شراب نوشی پر اس وقت پابندی لگا دی تھی جب کہ ملک میں شراب پر قانونی پابندی عائد نہیں کی گئی تھی۔ (ریٹائرڈ) جنرل خالد محمود عارف نے "اپنے طویل انٹرویو کے دوران بتایا کہ وہ صدر جنرل ضیاء الحق شہید کے ساتھ کم و بیش ۳۷ سال تک کام کرتے رہے ہیں مگر اس ساری مدت میں انہیں ان سے کوئی شکایت پیدا نہیں ہوئی ان کی کئی عادات غیر معمولی اہمیت کی حامل تھیں مثلاً وہ بہت کم سوتے اور زیادہ کام کرنے کے عادی تھے۔ ۷۷ء سے ۸۷ء تک مجھے انکی اس عادت کا قریب سے مشاہدہ کرنے کا موقع ملا۔ وہ بسا اوقات رات بارہ ایک بجے فون پر سرکاری افسران کو ہدایات دیتے اور تہجد پڑھ کر کچھ دیر آرام کرتے تھے۔ نماز فجر کے بعد قرآن حکیم کی تلاوت کرتے۔ پھر ناشتہ اور ساڑھے نو دس بجے کے لگ بھگ اپنی سرکاری مصروفیات شروع کر دیا کرتے تھے۔ پھر یہ مصروفیات رات بارہ ایک یا دو بجے تک جاری رہتیں۔ قدرت نے انہیں یہ صلاحیت دے رکھی تھی کہ وہ کم وقت سو کر ہشاش بشاش ہو جاتے تھے۔ (ریٹائرڈ) جنرل خالد محمود عارف نے بتایا کہ ۶۹-۶۸ کے دوران صدر ضیاء شہید اور میں کھاریاں میں اکٹھے رہے تھے۔ اس وقت مرحوم بریگیڈئیر اور میں لیفٹیننٹ کرنل تھا۔ اس دور کے ساتھ بھی کئی یادیں وابستہ ہیں۔ میں نے دیکھا کہ بریگیڈئر ضیاء الحق ڈسپلن اور ٹریننگ کے معاملے میں بہت سخت تھے۔ اس کے لیے وہ دن رات محنت کیا کرتے۔ اور اپنے ماتحت افسروں کو بھی چین سے نہ بیٹھنے دیتے۔ وہ اپنے فوجی منصب پر فرائض کی بجا آوری کے ساتھ ساتھ ٹینس اور گاف بھی باقاعدگی کے ساتھ کھیلا کرتے تھے۔

صدر ضیاء الحق نے ۵۵ء میں اسٹاف کالج کوئٹہ سے کورس پاس کیا بعد میں ان کی پوسٹنگ ملٹری آپریشن ڈائریکٹریٹ جی ایچ کیو میں ہو گئی۔ یہ بڑے اعزاز کی تقرری اور ان کی صلاحیتوں کا اعتراف تھا۔ ۶۲ میں انہوں نے امریکہ سٹاف کالج کورس بھی کیا تھا۔ اتفاق سے انہی دنوں میں بھی ایک چھوٹے کورس کے لیے امریکہ گیا ہوا تھا چنانچہ ان کے ساتھ میری بھی رفاقت قائم رہی۔ (ریٹائرڈ) جنرل کے ایم عارف نے مزید بتایا کہ جب صدر ضیاء الحق شہید بریگیڈئیر تھے تو انہیں اردن میں تعینات کیا گیا تھا۔ وہ ۷۲ء میں وہاں سے واپس آئے تھے۔ انہیں اردن کی شاہی حکومت نے عسکری اعزاز سے بھی نوازا تھا مگر وہ بعد کے دور میں کبھی اس کے تذکرہ نہیں کیا کرتے تھے۔ خالد محمود عارف نے ایک سوال کے جواب میں بتایا کہ صدر ضیاء الحق شروع ہی سے اپنے ماتحتوں کے ساتھ براہ راست رابطہ رکھنے کے عادی تھے۔ وہ ضرورت سے فائل ورک کے بھی حق میں نہیں تھے۔ یہی وجہ ہے کہ زبانی احکامات کو ترجیح دیا کرتے تھے۔ میٹنگ کے دوران ہر ایک کو اپنا نقطہ نظر کھول کر بیان کرنے کا موقع دیا کرتے۔ کانفرنس کے اختتام پر اپنے لیے ہوئے نوٹس کا بغور جائزہ لیا کرتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ اینٹلی جنس رپورٹوں پر ہی پورا اعتماد نہیں کرنا چاہیئے بلکہ اعلیٰ حکام سے خود رابطہ رکھنا بہتر ہے۔ وہ ہر درخواست گزار اور فریادی کے لیے بڑی فراخدلی کا مظاہرہ کیا کرتے تھے۔ وہ کسی بھی شخص پر خواہ مخواہ بداعتمادی نہیں کرتے تھے۔ ان کا قول تھا کہ ہر انسان کو سچا سمجھنا چاہیئے جب تک کہ وہ جھوٹا ثابت نہ ہو جائے۔ میں اکثر انہیں کہا کرتا کہ سچ کو پرکھ لینا چاہیئے مگر وہ اس بات کے حق میں نہیں تھا۔ ان کی اس فراخدلی سے کئی لوگوں نے ناجائز فائدہ بھی اٹھایا ایسے لوگ کبھی مگرمچھ کے آنسو اور کبھی جھوٹ کا لبادہ اوڑھ کر ان سے

انڈین پارلیمنٹ کی ممبر نجمہ کیساتھ

مفادات حاصل کرتے رہے۔ (ریٹائرڈ) جنرل خالد محمود عارف نے بیرون ملک دوروں کے دوران صدر ضیاء الحق کے ساتھ اپنی رفاقتوں کی یادیں تازہ کرتے ہوئے بتایا کہ مرحوم بین الاقوامی امور کے بہت ماہر تھے۔ قومی اور عالمی نوعیت کی تقاریر لکھنے کے لیے وہ خصوصیت کے ساتھ اپنے سٹاف کی میٹنگ طلب کرتے اور انہیں ہدایات دیتے تھے۔ کیوبا میں جب غیر وابستہ ملکوں کی سربراہی کانفرنس کا انعقاد ہوا تو انہوں نے خصوصی ہدایات دیں کہ اس کے لیے انتہائی پرسوز تقریر لکھی جائے۔ آخر کار فیصلہ ہوا کہ تقریر کا ابتدائیہ رسول پاکؐ کی پیدائش اور اختتامیہ خطبہ حجتہ الوداع پر مبنی ہونا چاہیئے۔ اسلامی کانفرنس کے سربراہ کی حیثیت سے انہوں نے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں جو خطاب کیا اس کی ابتدا قرآن پاک کی تلاوت سے کی گئی اسی طرح کاسابلانکا میں انکی تقریر بھی یاد گار رہے گی۔ صدر ضیاء الحق کی عالمی تقریروں کی شہرت اتنی ہوئی کہ کینیڈا کے وزیراعظم مسٹر ٹروڈو کو پارلیمنٹ میں کہنا پڑا کہ انگریزی ہماری مادری زبان ہے مگر اثر پاکستان صدر جنرل ضیاء الحق کی تقریروں میں ہے (ریٹائرڈ) جنرل خالد محمود عارف نے صدر ضیاء الحق کے ساتھ اپنے بعض غیر ملکی دوروں کے واقعات بتاتے ہوئے کہا کہ ۱۹۸۲ء میں جب ہم بھارت کے دورے پر گئے تو لنچ کے دوران آنجہانی مسز اندرا گاندھی نے صدر ضیاء الحق سے کہا آپ بہت کم کھانا کھا رہے ہیں۔ یہ گوشت کا سالن ہے آپ کے لیے ہے اور حلال ہے۔ اس پر صدر ضیاء الحق نے جواباً مسز اندرا گاندھی سے کہا "آپ بھی تو کم کھا رہی ہیں" مسز گاندھی نے جواب دیا "میں نے آج برت رکھا ہوا ہے" ان کے اس جملے پر سب لوگ محظوظ ہوئے۔ غیر ملکی دوروں میں صدر ضیاء الحق اپنے سفیروں کے ساتھ بہت اخلاق اور خلوص کے ساتھ پیش آتے۔ خاص طور پر صحافیوں کو خود بلا کر انہیں بریف کیا کرتے تھے۔ (ریٹائرڈ) جنرل کے ایم عارف نے صدر ضیاء الحق کی شخصی خوبیوں پر بات کرتے ہوئے بتایا کہ صدر مرحوم ذاتی اختلاف کے باعث کسی کو سزا دینے کے خلاف تھے۔ کئی لوگوں نے انہیں برسر عام گالیاں دیں، حکام نے انہیں پکڑ لیا مگر صدر مرحوم نے معاف کر دیا۔ اسی قسم کا ایک واقعہ سناتے ہوئے انہیں نے کہا کہ اپریل ۱۹۷۷ء میں جب صدر آرمی کے چیف آف اسٹاف تھے تو ملک کے ایک معروف شاعر کو فوج کے خلاف نظم لکھ کر ایک نجی محفل میں سنانے کے الزام میں گرفتار کر لیا۔ جنرل ضیاء الحق نے اپنی خواہش پر اس شاعر کو گھر بلا کر نظم لکھنے کی وجہ پوچھی اس نے جواب دیا کہ میں جذبات میں آ کر لکھ بیٹھا مگر اسے شائع کرانے یا کتاب میں چھاپنے کا میرا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ اس پر جنرل ضیاء الحق نے اس سے وہی نظم سنانے کی فرمائش کی۔ وہ نظم سنا چکا تو انہوں نے اسے معاف کر کے رہا کر دیا۔ (ریٹائرڈ) جنرل کے ایم عارف نے گفتگو جاری رکھتے ہوئے بتایا کہ مذہب کے بارے میں صدر ضیاء الحق شہید کا ذہن صاف اور مطالعہ وسیع تھا۔ وہ تنگ نظر نہیں بلکہ وسیع النظر انسان تھے وہ تا زندگی دین اسلامی کا حامی رہے۔ رسول اکرمؐ کے ساتھ ان کی خصوصی اور دلی عقیدت تھی۔ وہ اسلامی امہ کو ترقی کے لیے صنعتی انقلاب کی راہ پر چلانا چاہتے تھے جس میں انہیں بہت کم کامیابی حاصل ہوئی۔ (ریٹائرڈ) جنرل عارف نے صدر ضیاء الحق کے ساتھ اپنی وابستگی کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ جب انہیں میرے شاعر ہونے کا علم ہو تو بہت خوش ہوئے اور کہا کبھی آپ سے کلام سنیں گے۔ میری شعری کتاب کی تقریب رونمائی ہوئی تو میں نے ازخود ان سے کہا میں نہیں چاہتا کہ میری ادبی حیثیت پر سرکاری حیثیت غالب آئے لہذا میں اپنی کتاب کی تقریب کی صدارت آپ سے کرانے کی بجائے کسی اور ادیب یا شاعر سے کرانا چاہتا ہوں۔ وہ میری اس بات پر بہت خوش ہوئے اور کہا اگر آپ مجھے بلاتے تو میں ضرور آتا۔ میری اور جنرل رحیم الدین کی ریٹائرمنٹ پر جب شہید صدر نے ہمیں الوداعی ڈنر دیا تو اس تقریب کے موقع پر میں نے اپنا کلام اور انہوں نے مختلف شعراء کے خوبصورت اور منتخب شعر سنائے۔

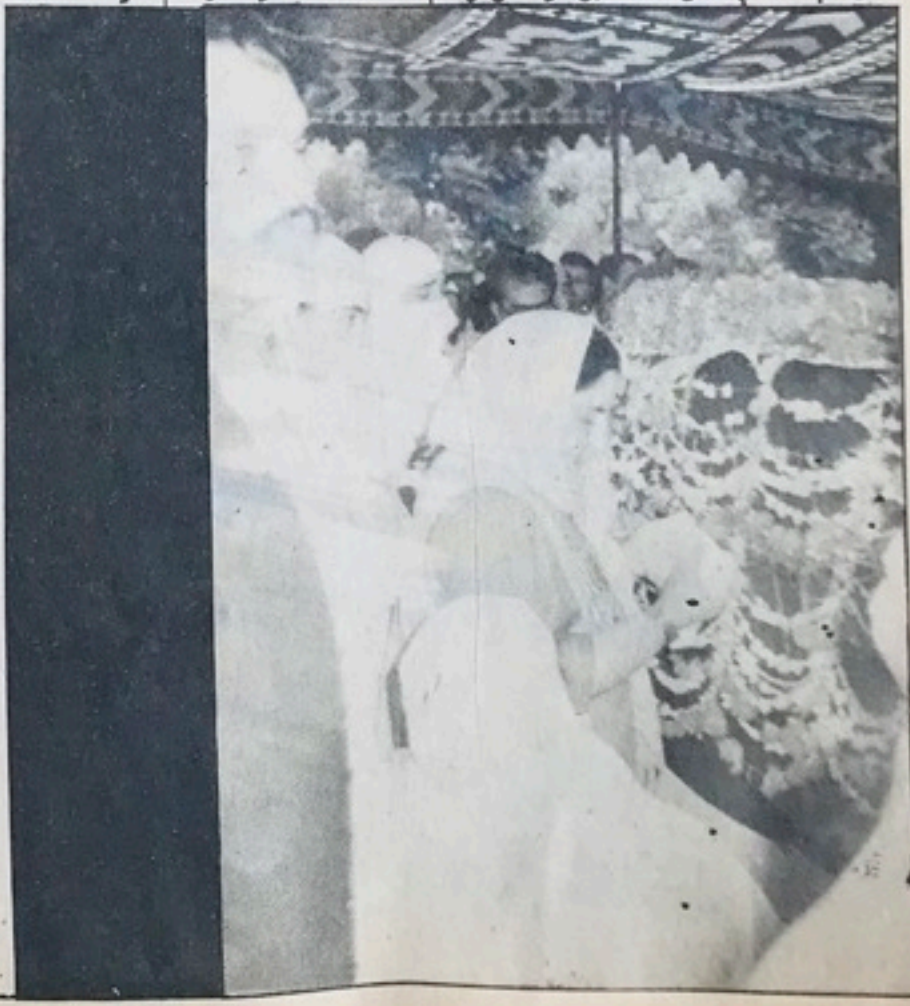

عظیم سُسر کی عظیم بہو بیگم شازہ اعجازالحق

شہید ضیاء مشائخ کی نظر میں

شہید عالم اسلام مجاہد افغانستان جنرل محمد ضیاء الحق نے اپنی جان کا نذرانہ دے کر اسلامی سپہ سالاروں کی تاریخ کو پھر سے زندہ کر دیا۔

سرپرست اعلیٰ تنظیم سپاہ اسلام پاکستان صاحبزادہ سید ضیاء محمد شاہ ہمدانی آستانہ عالیہ بھنگالی شریف نے شہید ضیاء کی شخصیت کے بارے میں تاثرات بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہم غیر سیاسی لوگ ہیں سیاست سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے لیکن ہم ملکی صورتحال سے بے خبر نہیں رہ سکتے۔ ہمارے لاکھوں مریدین آستانہ عالیہ کی طرف سے ملکی صورتحال پر ہدایت کے منتظر رہتے ہیں۔ جہاں تک شہید ضیاء الحق کا تعلق ہے تو ان کی شخصیت سیاست کے ساتھ ساتھ مذہبی اہمیت کی حامل تھی اس سلسلہ میں میں ضیاء شخصیت کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے اپنے تاثرات قلمبند کرانے پر فخر محسوس کرتا ہوں کیونکہ شہید ضیاء الحق نہ صرف پاکستان کے مذہبی رہنماؤں کی ہر دلعزیز شخصیت ہیں بلکہ عالم اسلام میں بھی آپ کو انتہائی عزت و محبت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ ان کا اخلاق اور دین اسلام سے پر خلوص محبت اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ والیہ وسلم کے عشق و عقیدت بلاشک وشبہ شہید ضیاء الحق عاشق رسول تھے اس کا ثبوت یہ ہے جب کبھی انہیں کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو وہ نبی پاک کے روضہ پر جا کر سلام درود پیش کرتے تھے اس کی برکت سے آپ نے روس جیسی سپر پاور کو عبرتناک شکست سے دوچار کر کے بے مثال تاریخی رول ادا کیا۔

جنرل ضیاء شہید مشائخ عظام کی حد درجہ عزت کرتے تھے انہوں نے متعدد بار آستانہ عالیہ بھنگالی شریف کے سجادہ نشین سلطان العارفین حضرت پیر سید محمد عبداللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ کی خدمت عالیہ میں خطوط سے عقیدت و محبت کا

اظہار کیا جبکہ ضیاء الحق شہید کے بھائی جناب اظہار الحق صاحب آستانہ عالیہ کے مرید ہیں۔

تاثرات صاحبزادہ سید ضیاء محمد شاہ

ادارہ یوتھ انٹرنیشنل کی طرف سے تردید اور معذرت

ماہ مئی شمارہ نمبر ۵ میں شائع کیے گئے انٹرویو میں شیخ اللہ دتہ سیٹھی نے انتہائی جعلسازی دھوکہ دہی سے کام لے کر خود کو وزیر اعظم پاکستان میاں نواز شریف کی طرف سے نامزد چیف ایڈمنسٹریٹر آئی جے آئی ظاہر کیا لاعلمی کی وجہ سے ادارہ نے شائع کر دیا۔

حقائق کے مطابق وزیر اعظم پاکستان نے اسے چیف ایڈمنسٹریٹر ہرگز نامزد نہیں کیا موصوف نے کاروباری لوگوں اور سرکاری افسران کو بلیک میل کرنے کے لیے خود ہی ڈرامہ رچایا ہے۔

لہذا ادارہ اس جعلسازی، بددیانتی سے لاتعلقی کا اظہار کرتے ہوئے واضح کرتا ہے کہ اللہ دتہ سیٹھی کی دھوکہ دہی سے کوئی تعلق، واسطہ نہیں ہے۔ حقائق کے منافی باتیں چھپنے پر ہم اپنے قارئین سے معذرت چاہتے ہیں۔

ادارہ یوتھ انٹرنیشنل

لیفٹیننٹ کرنل صفدر محمود

ضیاء شہید کی برسی کے موقعہ پر صاحبزادہ میاں فیض رسول کے تاثرات

کراچی یونیورسٹی کے ممتاز سابق طالب علم رہنما جمعیت مشائخ پاکستان کے مرکزی سیکرٹری جنرل صاحبزادہ میاں فیض رسول نے ایک ملاقات میں شہید ضیاء الحق کی تیسری برسی کے موقعہ پر اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہا شہید جنرل محمد ضیاء الحق شرافت اور مخلصی کی علامت تھے۔ حب الوطنی اور سچائی ان کی ذات کا طرہ امتیاز تھا۔ وہ نہ صرف عظیم مسلمان سپاہی تھے بلکہ منجھے ہوئے سیاستدان بھی تھے۔ ان کا پیغام انسانیت کے لئے امن و آشتی تھا اور جنرل

صاحب وہ عہد ساز شخصیت تھی جس نے مسلمانان عالم کو اسلامی اصولوں اور معاشرت اپنانے کی اس پر آشوب دور میں دعوت دی۔ اسلام کی دشمن طاقتیں ان کی شخصیت کی وجہ سے اپنے بہت سے شیطانی منصوبوں کی تکمیل نہ کر سکیں۔ خصوصاً روس کو افغانستان میں ذلت آمیز شکست اور ہزیمت سے دوچار ہونا پڑا۔ جنرل صاحب نے اپنی تمام تر صلاحتیں پاکستان کے استحکام کے لئے صرف کیں۔ خدا ہمیشہ ان کی لحد پر رحمتیں نازل کرتا رہے۔

اللہ دتہ سیٹھی کے خلاف انکوائری

وزیر اعظم سیکرٹریٹ اسلام آباد کے اہم ذرائع نے راولپنڈی کے سابق کونسلر شیخ اللہ دتہ سیٹھی کی سرگرمیوں کا سختی سے نوٹس لیتے ہوئے انکوائری کروانے کا فیصلہ کیا ہے۔ واقعات کے مطابق اللہ دتہ سیٹھی کا دعویٰ ہے کہ مجھے وزیر اعظم پاکستان میاں نواز شریف نے آئی جے آئی کا چیف ایڈمنسٹریٹر مقرر کیا ہے۔ موصوف نے اپنی کار پر آئی جے آئی کا جھنڈا اور چیف ایڈمنسٹریٹر کی پلیٹ لگوائی ہے۔ سابق کونسلر جو زمینوں، جائیداد کی خرید و فروخت کا کاروبار کرتا ہے۔ آئی جے آئی کے بعض رہنماؤں نے سیٹھی کے خلاف اسلامی جمہوری اتحاد کا نام استعمال کر کے سنگین بددیانتی اور فراڈ کرنے اور سرکاری افسران پر دباؤ ڈال کر ناجائز کام کروانے کے الزامات لگائے ہیں جس سے آئی جے آئی کی حکومت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ رہا ہے۔ وزیر اعظم سیکرٹریٹ نے اس بات کی تردید کی ہے کہ وزیر اعظم پاکستان نے کسی سابق کونسلر کو آئی جے آئی کا چیف ایڈمنسٹریٹر مقرر کیا ہے۔ معلوم ہوا ہے وزیر اعظم پاکستان میاں نواز شریف نے فراڈ بددیانتی اور جعلسازی کا سختی سے نوٹس لیتے ہوئے اللہ دتہ سیٹھی کے خلاف انکوائری کروانے کا حکم دیا ہے۔

جب اس سلسلہ میں آئی جے آئی سنٹرل سیکرٹریٹ سے رابطہ قائم کیا گیا انہوں نے بھی اللہ دتہ سیٹھی پر سنگین الزامات لگاتے ہوئے بتایا کہ ان کا آئی جے آئی اور سیکرٹریٹ سے کوئی تعلق نہیں۔

یہ شخص وزیر اعظم پاکستان میاں نواز شریف اور آئی جے آئی کا نام استعمال کر کے کروڑوں کے ناجائز کام کروا رہا ہے۔ لہذا عوام کو اس شخص کی سرگرمیوں سے ہوشیار باش رہنے کی درخواست کرتے ہیں۔

جنرل ضیاء الحق شہید، جنرل (ریٹائرڈ) جہانداد خان کی نظر میں

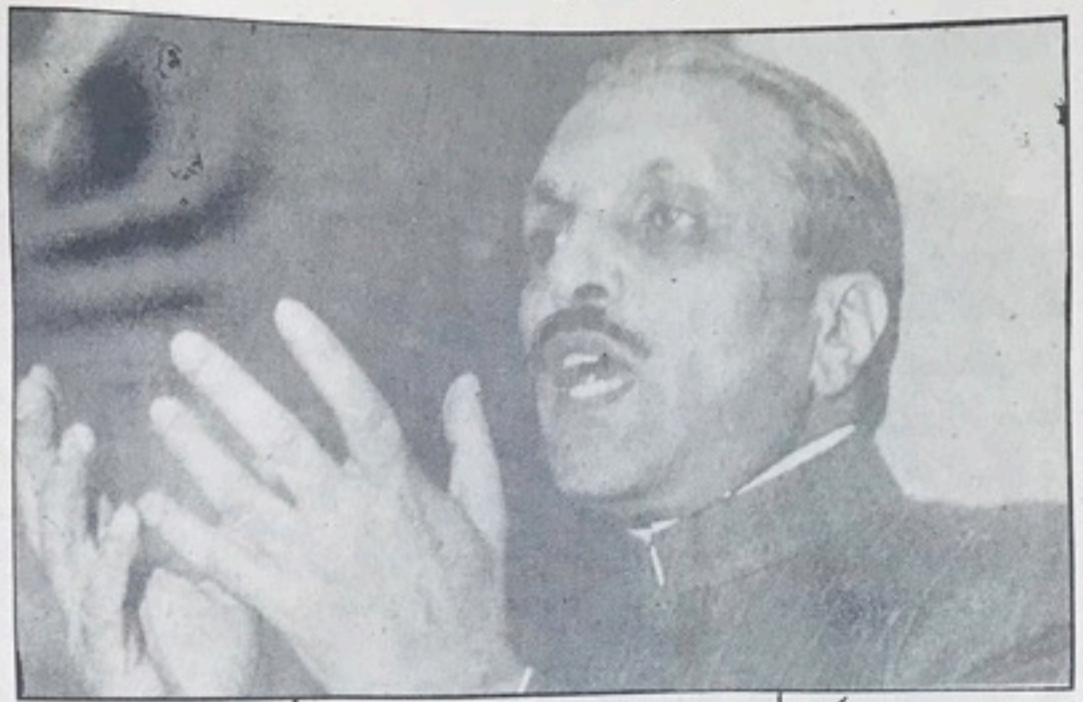

شہید جنرل ضیاء کیساتھ میری رفاقت کئی برسوں پر محیط ہے۔ میں اٹک سازش کیس کی خصوصی ملٹری کورٹ کا ممبر تھا اور ضیاء الحق اس عدالت کے چیف تھے میں شروع ہی سے ضیاء شہید کی بے پناہ صلاحیتوں اور عظمت کا قائل ہو گیا تھا وہ ایک صاف گو انتھک محنت کرنے والے عظیم انسان تھے پاکستان اور اسلام کیساتھ محبت ان کی روح میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی وہ پاکستان اور عالم اسلام کے ہر دلعزیز لیڈر تھے۔ میرے ساتھ شہید جنرل ضیاء کا رویہ انتہائی دوستانہ رہا جب مجھے سندھ کا گورنر مقرر کیا انہوں نے میرے معاملات میں کبھی مداخلت نہیں کی۔ ایم۔ آر۔ ڈی کی تحریک اور سندھ کے نازک حالات میں میرے اقدامات اور میرے مشوروں کو ہمیشہ اولیت دی۔ وہ میرے ساتھ ہمیشہ شفقت اور حلیمی سے پیش آتے تھے۔

جنرل جہانداد نے صدر ضیاء الحق شہید کی تیسری برسی کے موقعہ پر ان کی بے شمار خوبیوں پر بات کرتے ہوئے نمائندہ یوتھ انٹرنیشنل کو بتایا کہ شہید ضیاء عاجزی انکساری کا مجسمہ تھے۔ مذہب سے بے حد لگاؤ تھا اسلامی نظام کے پرجوش حامی تھے اس کے لئے انہوں نے متعدد قابل تعریف اقدامات کئے تھے۔ شہید جنرل ضیاء میرے انتہائی قریبی دوست اور محسن بھی تھے۔ اہم قومی مسائل پر مجھ سے مشورہ بھی لیتے ہیں باوجود کہ وہ شہید ہم سے سینئر جنرل تھے ان کی قربت میں رہ کر ہم نے دیکھا کہ وہ انتہائی شریف النفس انسان تھے۔ وہ بہاولپور کی فوجی مشقوں کے معائنے کیلئے گئے تھے واپسی پر ان کا طیارہ فضاء میں بلند ہی ہوا طیارے کے حادثے میں پاکستانی عوام کے عظیم بہادر جنرل صدر مملکت محمد ضیاء الحق اپنے سمیت دیگر ۳۵ اعلیٰ اور سول حکام کیساتھ جاں بحق ہوئے تھے۔ امریکی سفیر آرنلڈ رافیل بھی صدر کیساتھ تھے وہ بھی جاں بحق ہوئے تھے۔

میرے نزدیک پاکستان کی تاریخ میں اتنا بڑا حادثہ ہے جسکی وجہ سے ملک و قوم اور مسلح افواج کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ تین سال گزرنے کے باوجود ابھی تک اس سانحے کے بارے میں اصل حقائق عوام تک نہیں پہنچ سکے اور نہ ہی اصل مجرموں کی نشاندہی ہو سکی۔ شہید جنرل ضیاء کی وفات سے نہ صرف پاکستان بلکہ عالم اسلام کو ناقابل تلافی نقصان ہے ان کی شہادت سے پاکستان ایک عظیم مجاہد اسلام سے محروم ہو گیا ہے۔

آئی جے آئی کی موجودہ حکومت کے وزیراعظم میاں نواز شریف اور صدر غلام اسحاق خاں اور مسلح افواج کے چیف کی ذمہ داری ہے کہ وہ سانحہ بہاولپور کی آزادانہ غیر جانبدارانہ حقائق پر مبنی تحقیقات کروا کر قوم کو اصل حقائق سے آگاہ کریں۔

جنرل جہانداد خان (ریٹائرڈ) [illegible]

شہید جنرل ضیاء الحق، صاحبزادہ محمد نعیم الرحمٰن نعیمی کی نظر میں

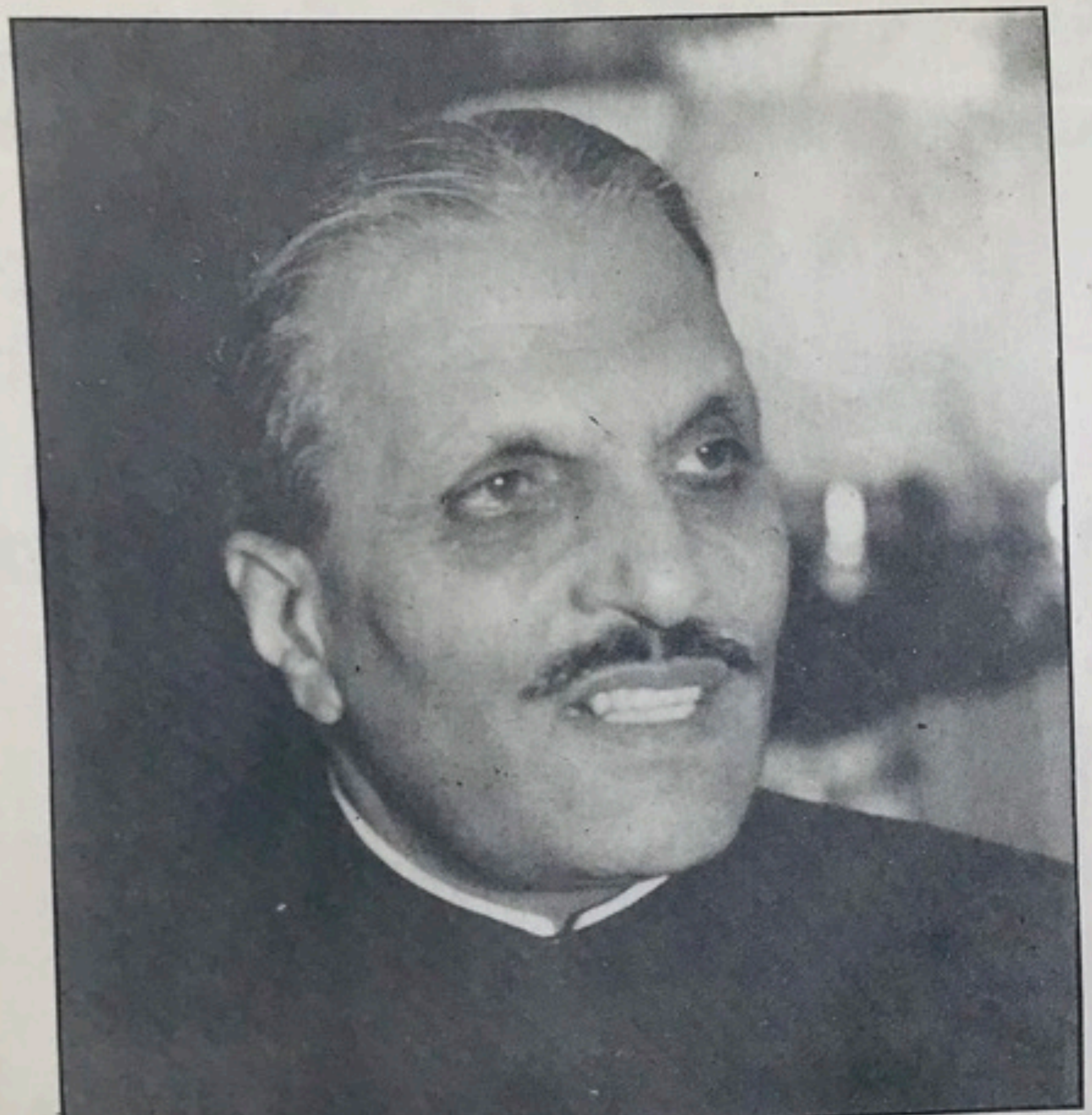

اسلام آباد کے معروف مذہبی و سیاسی راہنما علماء اتحاد کونسل کے سابق چیئرمین، جمعیت مشائخ پاکستان کے سابق مرکزی چیف آرگنائزر اور جمعیت مشائخ کے صدر اور آئی جے آئی کے سیکرٹری اطلاعات صاحبزادہ محمد نعیم الرحمٰن نعیمی نے ایک ملاقات میں فخر عالم اسلام شہید افغانستان جنرل محمد ضیاء الحق کی تیسری برسی کے موقعہ پر یوتھ انٹرنیشنل کیساتھ اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے شہید جنرل کی اسلام اور پاکستان کیلئے تاریخی خدمات کو زبردست خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا ہے۔ میں جنرل ضیاء الحق شہید کا مداح ہوں ان کی وطن دوستی اور نظام مصطفےٰ کے عملی نفاذ کیلئے قابل تحسین کوششوں کو سلام کرتا ہوں میرے نزدیک جنرل ضیاء الحق ایک عظیم مجاہد، جرأت مند جرنیل، بین الاقوامی سطح کے سیاستدان تھے ان کے سیاسی تدبر، بردباری اور بلند حوصلے نے اقوام عالم میں

پاکستان کے وقار کو بلند کیا۔ شہید ضیاء میرے پسندیدہ قائد تھے۔ میرے نزدیک جنرل ضیاء کو خراج تحسین پیش کرنے کا یہ طریقہ ہے۔ ہماری آئی جے آئی کی حکومت کے ہر دلعزیز وزیراعظم میاں نواز شریف فی الفور ملک میں جنرل ضیاء الحق شہید کی پالیسیوں کے عملی نفاذ کا اعلان کریں اور ملک میں نظام شریعت کی بالادستی کو قائم و دائم رکھنے کیلئے علماء اور مشائخ کا بھرپور تعاون حاصل کریں۔

ہم علماء اور مشائخ عظام کی طرف سے شہید کے فرزند محمد اعجاز الحق کیساتھ بھرپور تعاون کرنے کا عہد کرتے ہیں۔ مجھے یقین ہے انشاء اللہ وہ وقت بہت جلد آنے والا ہے جب ہم اعجاز الحق کی قیادت میں سری نگر اور کابل کی جامع مسجد میں نماز شکرانہ ادا کریں گے۔

[redacted]

ہم موجودہ منتخب حکومت کی پرائیویٹائزیشن کی مکمل حمایت کرتے ہوئے

وزیراعظم پاکستان جناب میاں نواز شریف اور

محنت و افرادی قوّت اوورسیز پاکستانی کے وفاقی وزیر

جناب محمد اعجاز الحق سے پُرزور مُطالبہ کرتے ہیں

کہ مین پاور ایکسپورٹ پالیسی کو اوپن کیا جائے

نیز نجی شعبے کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

منجانب

محمد صدّیق خان چیئرمین پاکستان ورکرز ریکروٹمنٹ پرامپلائمنٹ ایسوسی ایشن

آفس: ۱۰۰۴-بی فورتھ روڈ نزد نیو ٹاؤن پولیس اسٹیشن سٹیلائٹ ٹاؤن راولپنڈی

آفس فون، ۸۴۰۵۷۳-۲-۸۴۲۱۳۷۱ فیکس: ۸۴۴۵۰۱-۹۲۵۱ ٹیلیکس صدیق پارک ۵۴۳۷۰۔ رہائش فون: ۸۴۳۹۵۲

مین پاور ایکسپورٹ کا بزنس نجی سیکٹر کے حوالے کیا جائے

ہم لاکھوں افراد کو بیرون ملک ملازمت دلوانے کی ضمانت

دیتے ہیں

پاکستان اوورسیز پروموٹرز ایسوسی ایشن کے سنٹرل چیئرمین

محمد صدیق خان

کیساتھ پرموٹرز کے سلگتے ہوئے مسائل پر گفتگو

محمد صدیق خان کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں آپ ایک باہمت، پرعزم، بے لوث خدمتگار انسان اور جرت مند محب وطن پاکستانی ہیں انتہائی معاملا فہم اور تجربہ کار شخصیت ہونے کی بدولت مشکل سے مشکل مسائل کو حل کرنے کی بے پناہ قائدانہ صلاحتیں رکھتے ہیں یہی وجہ ہے معاشرے کے ہر طبقے میں آپ کو انتہائی عزت واحترام، عقیدت ومحبت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے آپ کی مہمان نوازی خوش خلقی اور حسن گفتگو سے ہر ملاقاتی گرویدہ ہو جاتا ہے صوبہ سرحد میں مانسہرہ کے باعزت زمیندار خاندان سے تعلق ہے۔ بی کام کرنے کے بعد ٹریول کے کاروبار میں آئے مین پاور ایکسپورٹ میں اپنی ایمانداری دیانتداری اور ذمہ داری کے ذریعے اعلیٰ نام پیدا کیا گذشتہ چودہ سالوں سے کم از کم پچاس ہزار سے زائد پاکستانیوں کو بیرون ملک ملازمت دلوا چکے ہیں۔ دنیا کے کئی ممالک کے کاروباری ونجی دورے کر چکے ہیں۔

آپ آج کل پاکستان اور سیز ایمپلائمنٹ پروموٹرز ایسوسی ایشن (POEPA) کے سنٹرل چیئرمین اور الصدیق کارپوریشن کے پروپرائٹر ہیں پروموٹرز کے مسائل پر خصوصی انٹرویو قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

سوال۔ صدیق خان صاحب۔ آپ اپنی ایسوسی ایشن کے بارے میں بتائیں اس کے اغراض و مقاصد کیا ہیں۔

جواب۔ پاکستان اور سیز ایمپلائمنٹ پروموٹرز ایسوسی ایشن (POEPA) ۱۹۷۹ء سے قائم ہے اس کا اہم ترین مقصد مین پاور (افرادی قوت) ایکسپورٹ کرنے کیلئے نئی نئی راہیں ڈھونڈنا ہے بیرون ملک روزگار کے مواقع تلاش کر کے وہاں روزگار دلانا ہے اس مقصد میں درپیش روکاوٹوں کو دور کرنا اور غیر قانونی کام کرنے والے ممبر کے خلاف فوری ایکشن لینا ممبرشپ ختم کرنے کے علاوہ حکومت سے لائنس ختم کرنے کی سفارش کرنا ہے۔

اس ایسوسی ایشن کے ممبران کی تعداد ایک ہزار سے زائد ہے۔ پاکستان سطح پر سنٹرل باڈی زونل سطح پر پانچ باڈیاں (کراچی، لاہور، راولپنڈی، پشاور اور کوئٹہ) ہیں ایسوسی ایشن کے انتخابات ہر سال باقاعدگی سے ہوتے ہیں سنٹرل چیئرمین شپ بالترتیب تین زون کو باری باری ملتی ہے مثلاً ایک سال کراچی، دوسرے سال لاہور، تیسرے سال راولپنڈی، زونل سطح پر ایک زونل چیئرمین دو وائس چیئرمین منتخب ہوتے ہیں یہی تین عہدیدار سنٹرل ایگزیکٹیو کمیٹی کے ممبران ہوتے ہیں ان میں صرف پشاور اور کوئٹہ سے ایک ایک ممبر ہوتے ہیں۔

سنٹرل ایگزیکٹو کمیٹی کے مندرجہ ذیل عہدے دار ہیں۔ چیئرمین سنٹرل ایگزیکٹو کمیٹی محمد صدیق خان آف راولپنڈی وائس چیئرمین نمبر ۱ چوہدری الٰہی بخش آف کراچی، وائس چیئرمین نمبر ۲ سید نسیم تقی آف لاہور ممبران صمد خان اور کزئی (راولپنڈی) محمد زمان کیانی (راولپنڈی) جمشید خان (کراچی) محمد شفیق (کراچی) عبدالوحید قریشی (لاہور) عابد لطیف سندھو (لاہور) قاضی مقیم (پشاور) نواب اسلم رئیسانی (کوئٹہ) ہیں۔

جبکہ راولپنڈی زون کے زونل چیئرمین صمد خان اور کزئی وائس چیئرمین محمد زمان کیانی اور راجہ امیر زمان ہیں۔

زونل کمیٹی میں ظہور احمد، محمد رزاق، خادم حسین، مشتاق راجہ، محمد گل قاضی، محمد اکرم چودھری اور ملک محمد اعظم ہیں۔

سوال۔ خان صاحب آپ کی ایسوسی ایشن کو کیا مسائل درپیش ہیں۔

کویت میں لیبر اتاشی بھیجا جائے

جواب۔ اسلامی جمہوری اتحاد کی حکومت نے وزیر اعظم میاں نواز شریف کی قیادت میں بڑے جرت مندانہ تاریخی فیصلے کیے ہیں جن میں ایک پرائیوٹائزیشن کی بے مثال پالیسی کا آغاز کیا ان انقلابی اقدامات کی بدولت ملک میں سرمایہ کاری کا رجحان پیدا ہوا ہمیں میاں نواز شریف کی حکومت پر توقع تھی کہ میاں صاحب پاکستان کے پہلے سلف میڈ وزیر اعظم ہیں بزنس مین ہونے کے ناطے پرائیویٹ سیکٹر کی مجبوریوں اور پریشانیوں کو سمجھتے ہیں کہ وہ مین پاور ایکسپورٹ کے لیے انقلابی اقدامات کریں گے پرائیویٹ سیکٹر کی بھرپور حوصلہ افزائی کریں گے۔

نجی سیکٹر کی راہ میں حائل دشواریوں اور بیوروکریسی کی روکاوٹوں کو دور کر کے ٹھوس

پروموٹروں کو بیوروکریسی کے ظلم وستم سے نجات دلائی جائے

اگر حکومت نے ہمارے مطالبات تسلیم نہ کئے تو احتجاجاً ہڑتال کر دیں گے

پالیسی واضح کریں گے شہید پاکستان جنرل ضیاء الحق کے فرزند محمد اعجاز الحق جو ایک باصلاحیت جرت مند قابل تعریف نوجوان سیاستدان ہیں اور ہماری وزارت کے وفاقی وزیر ہیں پاکستان بھر کے پرموٹرز اس سر انگیز شخصیت سے بہت ساری توقعات رکھے ہوئے ہیں جناب اعجاز الحق صاحب عوامی شخصیت ہونے کے ناطے اپنی وزارت میں بہت ساری ٹھوس انقلابی تبدیلیاں لانا چاہتے ہیں ان کی راہ میں سب سے بڑی روکاوٹ بیوروکریسی ہے اعجاز الحق صاحب کی سادگی اور شرافت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بیوروکریسی جگہ جگہ روکاوٹیں کھڑی کر رہی ہے غلط فہمیوں کا جال بچھا رہی ہے۔ جس سے اعجاز الحق صاحب کی قابل فخر شخصیت کے بارے شک و شبہات پیدا ہو رہے ہیں ہم فرزند پاکستان محمد اعجاز الحق کے ہاتھ مضبوط کرنا چاہتے ہیں ہمارے خواہش ہے کہ مین پاور کی ایکسپورٹ میں حائل روکاوٹوں کو دور کرنے کا سہرا اعجاز الحق صاحب کے سر پر آئے افسوس اس بات پر ہے اپنی مصروفیات کی بدولت وفاقی وزیر صاحب ابھی تک ہمارے مسائل کی طرف نہ توجہ دے سکیں ہیں اور نہ ہی کوئی ٹھوس منصوبہ بندی کر سکے

سوال۔ آپ کے اصل مطالبات کیا ہیں

جواب۔ جناب میں اصل مطالبات ہی کا ذکر کر رہا تھا۔ آپ کے بین الاقوامی میگزین کی وساطت سے ہمارے وزیر اعظم پاکستان میاں نواز شریف اور وفاقی وزیر محنت افرادی قوت اور سیز جناب محمد اعجاز الحق سے مطالبات مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) سرکاری ادارے او۔ ای۔ سی جو مسلسل نقصان میں جا رہا ہے فی الفور ختم کر کے سارا کام نجی شعبے کے حوالے کیا جائے۔

(۲) مین پاور ایکسپورٹ پر بیوروکریسی کا عمل دخل ختم کر کے مکمل طور پر آزاد کیا جائے

(۳) حکومت بیرون ملک روزگار مہیا کرنے کا کاروبار مکمل طور پر پاکستان ایمپلائمنٹ پرموٹرز ایسوسی ایشن کے حوالے کر دے تو ہم چھ ماہ کے اندر اندر پانچ لاکھ افراد کو بیرون ممالک روزگار فراہم کرنے کی ضمانت دینے کو تیار ہیں

(۴) امیگریشن کے کالے قوانین کو ختم کر کے ان کو آسان بنایا جائے پرموٹروں کو بلاجواز ہراساں اور پریشان کرنے کی روش کو ختم کیا جائے۔

(۵) حکومت پاکستان پرموٹروں کو کویت بھیجوانے کیلئے بزنس ویزا دلوانے کیلئے فی الفور اقدامات کرے تاکہ کویت کی مارکیٹ میں پاکستانی مین پاور کو کھپانے کے لیے گرانقدر خدمات سرانجام دے سکیں۔

(۶) کویت میں پاکستانی لیبر اتاشی کو فی الفور بھیجا جائے جس کی عدم موجودگی سے پاکستان کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ رہا ہے۔

(۷) لیبیا میں مین پاور بھیجوانے کی یکطرفہ پابندی کو ختم کیا جائے لیبیا میں پرائیوٹ سیکٹر لاکھوں افراد کو ملازمتیں مہیا کر سکتا ہے۔ لہذا ہم واشگاف الفاظ میں حکومت کو بتانا چاہتے ہیں ملک و قوم کے عظیم تر مفادات میں فوری طور پر ہمارے مطالبات کی طرف توجہ دے ورنہ ہم ملک گیر ہڑتال کرنے پر مجبور ہوں جائیں گے۔

سوال۔ موجودہ حکومت نے کویت میں پاکستانی افرادی قوت بھیجوانے کے لیے کیا اقدامات کیے ہیں۔

جواب۔ خلیج کے بحران میں ۸۰ ہزار پاکستانی متاثرین واپس آئے تھے جن میں سے صرف دس ہزار کے قریب پاکستانی صرف اپنے وسائل ذرائع سے واپس جانے میں کامیاب ہوئے ہیں بقایا ۷۰ ہزار پاکستانی بے یارو مددگار کسمپرسی کی زندگی گزار رہے ہیں جبکہ انڈیا نے ایک لاکھ ساٹھ ہزار افراد کو کویت بھیجا ہے۔ انڈیا کے ایک لاکھ بیس ہزار افراد واپس آئے تھے ان کے علاوہ مزید چالیس ہزار کو روزگار دلوایا گیا ہے۔ اسی طرح سری لنکا نے ۴۷ ہزار افراد کویت بھیجے ہیں واپس آئے ہوئے افراد کے علاوہ ۳۴ ہزار مزید کویت بھیجے ہیں۔ بنگلہ دیش نے بھی ۸۰ ہزار افراد روزگار کے لیے کویت بھیجنے کے آرڈر لیے ہیں آپ حیران ہوں گے ان ملکوں کے وزرائے محنت اپنے اپنے ملکوں کے لیے مین پاور ایکسپورٹ کے آرڈر لینے کے لیے کویت میں ڈیرے لگائے ہوئے ہیں۔ ان ملکوں کے پروموٹرز بھی دھاندناتے پھر رہے ہیں جبکہ ہمارے پروموٹروں کو کویت جانے کی اجازت نہیں دی جا رہی ہمارے لیے نہ وزارت افرادی قوت نے کوشش کی ہے اور نہ وزارت خارجہ نے -------------------- بہرحال

پاکستان کی سُستی اور لاپرواہی سے دوسرے ممالک بھرپور فائدہ اٹھا رہے ہیں حکومت کا اگر یہی رویہ رہا ہے خدشہ ہے حکومت متاثرین کو بھی کویت واپس نہ بھیجوا سکے گی جبکہ قومی مفادات کا تقاضہ ہے قاسم عمر الیاقوت کہ حکومت پاکستان فوری طور کویت کے سلسلہ میں اپنی موجودہ پالیسی پر نظر ثانی کر کے فوری طور پر سرکاری اور نجی سطح پر وفود کو بھیجوائے پاکستان اور سیز پروموٹرز ایمپلائمنٹ ایسوسی ایشن بزنس ویزے پر کویت جانے کی اجازت دلوائے تاکہ زیادہ سے زیادہ مین پاور ایکسپورٹ کی ڈیمانڈ حاصل کی جا سکے اس کے لیے ضروری ہوگا کویت میں انتہائی باصلاحیت، محنتی دیانتدار شخص کو لیبر اتاشی بھیجا جائے جو گرانقدر خدمات کے ذریعے پاکستانی مفادات کا تحفظ کرے۔ اس سلسلہ میں برادر عظیم دوست ملک کویت کے سفیر جناب قاسم الیاقوت کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ کویت کی تعمیر نو میں پاکستانی لیبر کو ترجیحی بنیادوں میں بھیجوانے کیلئے اپنی سفارتی صلاحیتوں کو بیروئے کار لا کر ہمیں بزنس وزٹ ویزے جاری کر کے پاک کویت فرینڈز شپ کے فروغ میں مثالی رول ادا کریں کویت کی ترقی و خوشحالی میں ہمارا تعاون ہمیشہ جاری رہے گا۔

[redacted]

OVERSEAS EMPLOYMENT CORPORATION (PVT) LTD.

A COMMERCIAL ENTERPRISES OF THE GOVERNMENT OF PAKISTAN UNDER THE MINISTRY OF LABOUR, MANPOWER AND OVERSEAS PAKISTANIS, ISLAMABAD,

SUPPLIED OVER 80,000 PERSONS OF VARIOUS SKILLS AND DESCIPLINE TO OUR WORTHY CLIENTS IN GULF, MIDDLE EAST AND AFRICAN COUNTRIES.

OUR FEATURES

* OUR SELECTION ENSURES RIGHT MAN FOR THE RIGHT JOB ON NEAT AND CLEAN BASIS.
* ALL SELECTIONS ARE MADE THROUGH A WELL PUBLISHED PROGRAMME.
* WE SELECT DISCIPLINED, THOUGH, ENERGETIC WORKERS WHO RESPOND TO SOCIAL CUSTOMS AND LAWS OF HOST COUNTRIES.
* WE GIVE 3 MONTHS GOOD PERFORMANCE GUARANTEE
* QUICK DESPATCH SERVICE.

OUR OFFICES

A. **RAWALPINDI :**
21 MAYO ROAD, CIVIL LINES,
RAWALPINDI.
TELE : 564836
TELEX : 5832 OEC PK.
FAX : 0092-51-562283

B. **KARACHI :**
RED CRESCENT BUILDING,
DR. DAUD POTA ROAD,
KARACHI.
TELE : 521525
TELEX : 25475 OEC PK.
FAX : 0092-21-521525

C. **LAHORE :**
8-D/II, MODEL TOWN,
LAHORE
TELE : 856145
TELEX : 44401 OEC PK.
FAX : 0092-21-521525.

ضیاء الحق شہید فاؤنڈیشن

اغراض و مقاصد

کہا جاتا ہے کہ قوموں کو عظیم رہنما انعام کے طور پر عطا کئے جاتے اور امتحان کے طور پر واپس لے لئے جاتے ہیں۔ ضیاء الحق صاحب عظیم تھے کہ انہوں نے ایک پاکیزہ زندگی گزاری، علم سے محبت کی، کمزوروں کو سینے سے لگایا، وطن کو مستحکم کیا، مشکل حالات میں آزادی کی تحریکوں کے پشت پناہ بنے اور اسلام کی عظمت رفتہ کو زندہ کرنے کی آرزو کی۔ ضیاء الحق شہید کو خراج تحسین پیش کرنے کا بہترین طریقہ شاید یہی ہے کہ جہاں ہم اپنی ذاتی زندگیوں میں کردار کی پاکیزگی، علم کی جستجو اور سلیقہ مندی کا اہتمام کریں، وہاں ایک منظم جدوجہد کے ذریعے

(الف) خدمت خلق کا اہتمام کریں۔

(ب) علمی تحقیق کے ذریعے معاشرے کو بیدار رکھیں۔

راولپنڈی کے صدر دفتر اور سینکڑوں ذیلی دفاتر کے ساتھ ضیاء الحق شہید فاؤنڈیشن انہی مقاصد کے لئے قائم کی گئی تھی۔۔۔۔۔ خیر

یقینی حالات میں جب قوم کو اغیار کی مسلط کردہ قیادت سے نمٹنے کا چیلنج درپیش تھا، فاؤنڈیشن کے مقاصد اور منصوبوں پر کماحقہ توجہ نہ دی جا سکی۔ اب جبکہ حالات نسبتاً بہترین تو ہمارے سامنے درج ذیل منصوبے ہیں۔

خدمت خلق

(۱) نادار طالب علموں کے لئے وظائف، بلا معاوضہ ٹیوشن سنٹر اور بک بنک کی تشکیل (۲) لاچار مریضوں کے لئے مفت طبی امداد، بلڈ بنک اور انسداد منشیات کے ادارے (۳) ایسے لوگوں کے لئے مفت قانونی امداد جو یہ بار خود نہیں اٹھا سکتے (۴) روزگار سیل (۵) خواتین کے لئے جہیز فنڈ، دستکاری سکول اور فلاح و بہبود کے دوسرے اقدامات۔

ضیاء الحق شہید سے محبت کرنے والوں کو شاید یاد دلانے کی ضرورت نہیں کہ اگر ہم میں سے ہر صاحب توفیق اپنے وسائل کا ایک معمولی حصہ بھی بے بسوں کی مدد کے لئے وقف کر سکے اور ان وسائل کو سلیقے سے صرف کیا جائے تو ہم ایک ایسے پاکستان کی طرف پیش قدمی کریں گے جو غربت، جہالت اور بے بسی سے نجات پا کر ہر چیلنج کا مقابلہ کرنے کا اہل ہو گا۔۔۔۔۔ مشاہدہ یہ ہے کہ کوئی قوم اپنے تہی دست اور ناراض لوگوں کا بوجھ اٹھا کر حالات کا سامنا نہیں کر سکتی۔

ہمارے علمی منصوبے

صدر ضیاء الحق شہید علم اور اہل علم پر فدا تھے۔ عمر بھر مطالعہ کرتے رہے، ہمیشہ سیکھتے

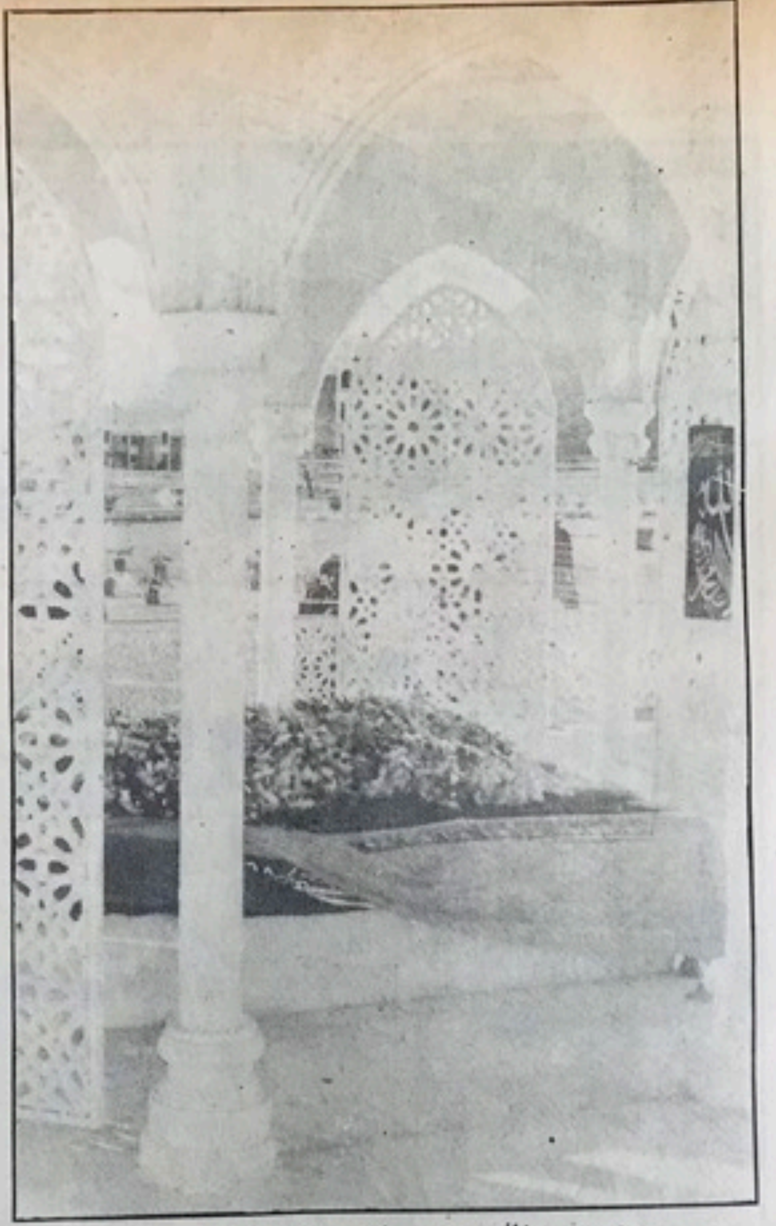

نرل محمد ضیاالحق شہید کے مزار کا منظر

رہنا ان کا مزاج تھا۔ انہوں نے دنیا کو اپنی آنکھ سے دیکھا اور زندگی کو مسلسل فکر و تدبر سے سمجھا۔ اسی سے ان کی شخصیت میں بے پناہ نفاست و شائستگی پیدا ہوئی اور اسی بنا پر ان کے اندر اس صاحب تدبر نے جنم لیا جو نعرے لگائے اور دعوے کئے بغیر اپنی قوم کے لئے عظیم خدمات انجام دے سکا۔ اہل فکر کے علم سے روشنی حاصل کرنے اور امت مسلمہ کو درپیش مسائل کا گہرائی سے جائزہ لینے کے سلسلے میں ہمارے سامنے درج ذیل عنوانات ہیں۔

(۱) افغانستان اور کشمیر سمیت عالم اسلام میں آزادی کی تحریکیں (۲) پسماندہ اور محروم عوام کے مسائل (۳) اسلامائزیشن (۴) وطن عزیز کے لئے مستقبل کی معاشی منصوبہ بندی (۵) رشوت و بدعنوانی کے اسباب (۶) امن و امان کی خرابی کے عوامل (۷) اسلامی تہذیب و ثقافت کی نشو و نما (۸) اقلیتوں کا تحفظ اور فلاح و بہبود۔

مذکورہ موضوعات پر سیمیناروں کا اہتمام کیا جائے گا اور علمی تحریریں شائع کی جائیں گی۔

امید ہے کہ ایک پاکیزہ اور عظیم تر پاکستان کے لئے آپ سے ہمارا ربط استوار رہے گا۔

ہم آپ کے رکنیت فارم اور عطیہ فارم کے منتظر ہیں۔

آئیے ایثار و کامرانی کی راہ پر آج ہی پہلا قدم رکھیں۔ آج ہی ضیاء الحق شہید فاؤنڈیشن کے ممبر بنیئے۔

ضیاء الحق شہید فاؤنڈیشن پوسٹ بکس

۱۶۷ جی پی او۔

۱۴۶۔ بی مری روڈ راولپنڈی فون

(۰۵۱)۵۸۵۲۶۶

بیرونِ ممالک زیارات مقدسہ۔ عمرہ۔ سیر و سیاحت اور
بزنس کیلئے

با اعتماد ادارہ

ہورائزن ٹریول

HORIZON TRAVEL
AYUB MARKET ISLAMABAD PH : 854800, 857500

فوری ٹکٹ کے حصول اور باوقار سفر کیلئے
ہماری خدمات حاصل کریں

ہورائزن ٹریول ایوب مارکیٹ اسلام آباد

مختلف شخصیات سے ملاقاتوں کی تصویری جھلکیاں

اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کیساتھ

اسلامی کانفرنس کے سیکرٹری جنرل شریف الدین پیرزادہ کیساتھ

برطانیہ کی وزیراعظم مسز تھیچر کیساتھ

انڈر سیکرٹری آف سٹیٹ امریکہ کیساتھ

روس کے سفیر وی۔ ایس سمنون کیساتھ

[illegible]

سردار عبدالقیوم کیساتھ

شہداء بہاولپور

لیفٹیننٹ جنرل میاں افضال

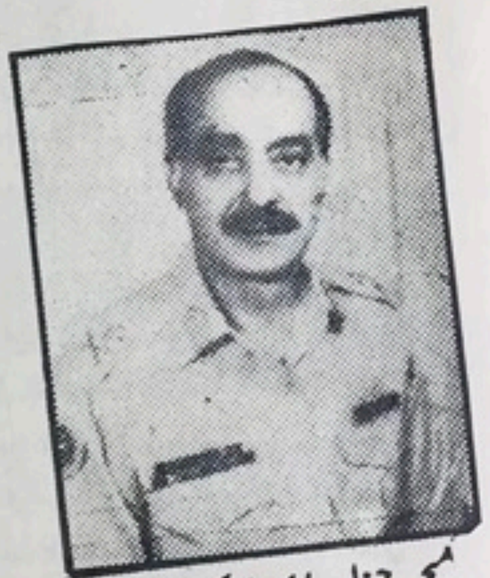

میجر جنرل ایم ایچ اعوان

میجر جنرل شریف ناصر

میجر جنرل عبدالسمیع

بریگیڈیئر نجیب احمد

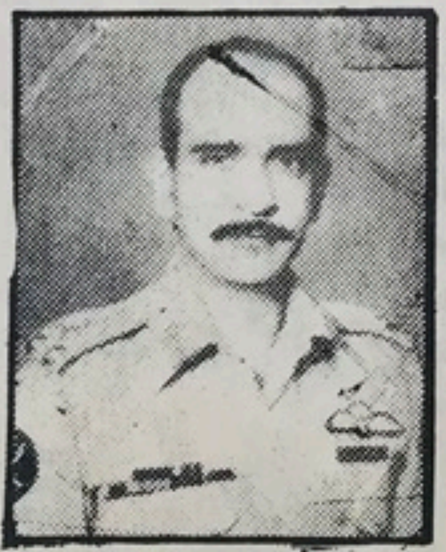

بریگیڈیئر عبدالماجد

بریگیڈیئر صدیق سالک

ضیاالحق شہید نفاذِ اسلام کنونشن سے خطاب کرتے ہوئے

یو اے ای کے شیخ محمد بن رشید المکتوم کیساتھ

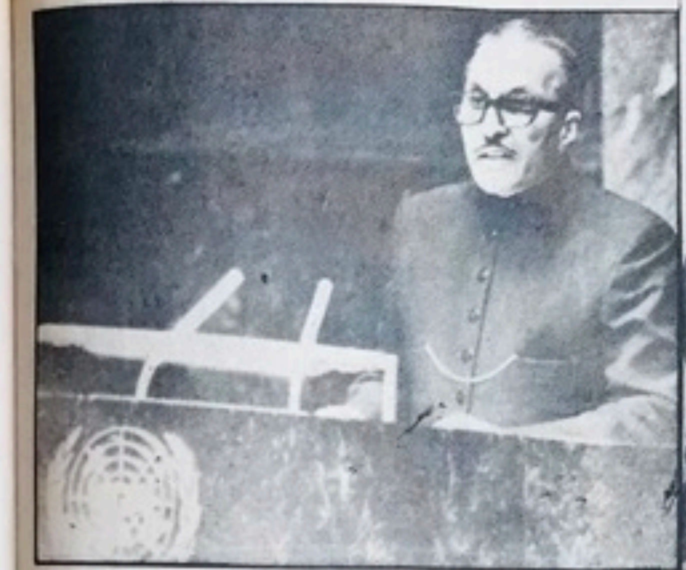

شہید صدر اقوام متحدہ میں خطاب کرتے ہوئے

ایران کے وزیر خارجہ علی اکبر ولایتی کیساتھ

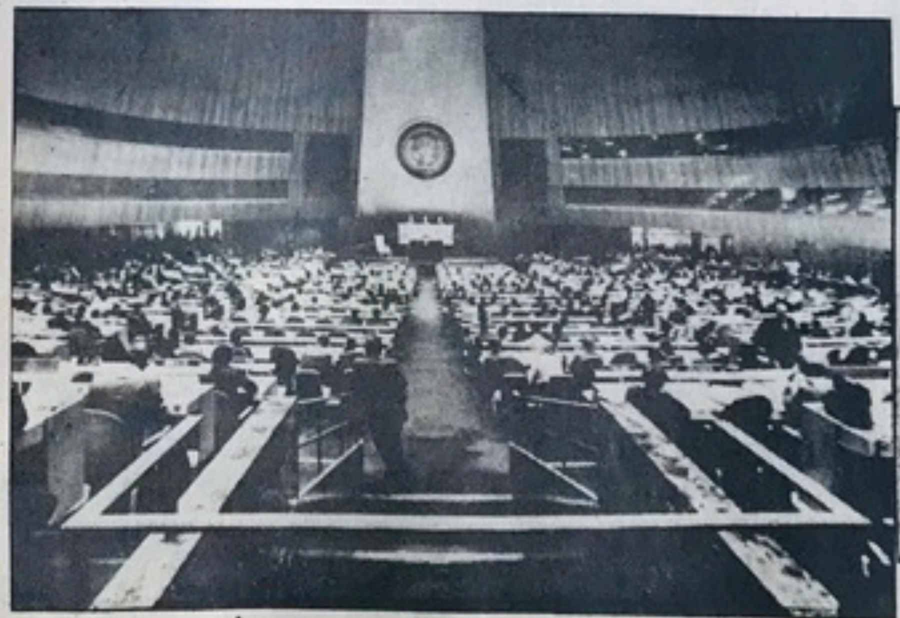

اقوام متحد کے مندوبین ضیاء شہید کا خطاب سُن رہے ہیں۔

پیر فضل حق کو کروڑوں روپے کے فراڈ، ناپسندیدہ سرگرمیوں کے الزامات میں جمعیت مشائخ اور آئی جے آئی سے برطرف کردیا

بریگیڈئر عبداللطیف

بریگیڈئر خواجہ معین الدین احمد

اسلام آباد۔ پیر فضل حق رضوی جو آئی جے آئی کے ڈپٹی سیکرٹری اطلاعات اور جمعیت مشائخ پاکستان کے قائد اور میاں نواز شریف کے انتہائی قریبی وفادار ساتھی سمجھے جاتے تھے۔ جمعیت مشائخ پاکستان کے کارکنوں عہدیداروں کی اکثریت نے مرکزی چیف آرگنائزر صاحبزادہ محمد نعیم الرحمٰن نعیمی اور مرکزی سیکرٹری جنرل میاں فیض رسول کی قیادت میں بغاوت کر کے پیر فضل حق پر کروڑوں روپے کے فراڈ اور ناپسندیدہ سرگرمیوں کا الزام لگا کر جمعیت مشائخ اور آئی جے آئی سے برطرف کردیا اور آئی جے آئی کے سنٹرل سیکرٹریٹ پر کنٹرول حاصل کرلیا۔ اسلام آباد کے ایک اعلیٰ ترین ہوٹل میں عجلت سے بلائی ہوئی پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے صاحبزادہ محمد نعیم الرحمٰن نعیمی نے پیر فضل حق پر سنگین الزامات لگا کے ان کی سرگرمیوں کو ملک و قوم کے منافی قرار دیا اور پیر فضل حق کے صدر غلام اسحاق خاں اور انٹیلی جنس بیورو کے ڈائریکٹر بریگیڈیر امتیاز کے خلاف لگائے گئے الزامات کی شدید مذمت کی اور کہا پیر فضل حق کی سرگرمیاں موجودہ حکومت کے خلاف تھیں وہ پیپلز پارٹی کے ایجنٹ تھے۔ حاکم علی زرداری کے ایک قریبی ملازم کے ذریعے کروڑوں روپے وصول کر کے موجودہ حکومت کی مخبری کرتے تھے خاد اور را کیساتھ اس کے خصوصی تعلقات تھے۔

جب صاحبزادہ نعیم الرحمٰن سے سوال کیا گیا کہ یہ سارا ڈرامہ صدر غلام اسحاق خاں اور بریگیڈیر امتیاز کی ایما پر کیا گیا ہے۔ موصوف کوئی تسلی بخش جواب نہ دے سکے بلکہ جوش جذبات میں کہہ گئے بعض اہم شخصیات کو اعتماد میں لے کر ہم نے یہ کھیل کھیلا ہے۔ جب اُن سے پوچھا یا کہ پیر فضل حق پر لگائے گئے الزامات کے ثبوت ہیں۔ انہوں نے کہا ہمارے پاس پیر فضل حق کے خلاف فائلیں بھری پڑی ہیں۔ صحافیوں کو دعوت ہے کہ وہ کسی وقت سنٹرل سیکرٹریٹ میں آکر الزامات کے ثبوت دیکھ سکتے ہیں۔

پریس کانفرنس میں سندھ سے ملک اصغر علی اعوان، سرحد سے صاحبزادہ سید امیر علی کاظمی، محمد اسحاق بھٹی، چوہدری سلیم آسی سمیت دیگر رہنما بھی موجود تھے۔ پیر فضل حق نے اپنے اوپر الزامات کا جواب دینے کی بجائے صاحبزادہ نعیمی اور میاں فیض رسول پر سنگین الزامات لگاتے ہوئے کہا یہ میرے خلاف خطرناک سازش ہوئی ہے جن لوگوں کو میں نے تین ماہ کی عبوری مدت کیلئے عہدے دیئے تھے انہوں نے غیر قانونی طریقے سے جمعیت مشائخ کے آئین کی سنگین خلاف ورزی کرتے ہوئے مجھے جمعیت مشائخ سے نکالا ہے جبکہ میں اب بھی جمعیت مشائخ کا قائد ہوں اور آئی جے آئی کا ڈپٹی سیکرٹری اطلاعات ہوں۔ وزیراعظم پاکستان کا انتہائی وفادار آدمی ہوں۔ نواز شریف کے علاوہ کوئی طاقت مجھے آئی جے آئی سے نہیں نکال سکتی۔

میرے خلاف خطرناک سازش ہوئی ہے۔ پیر فضل حق

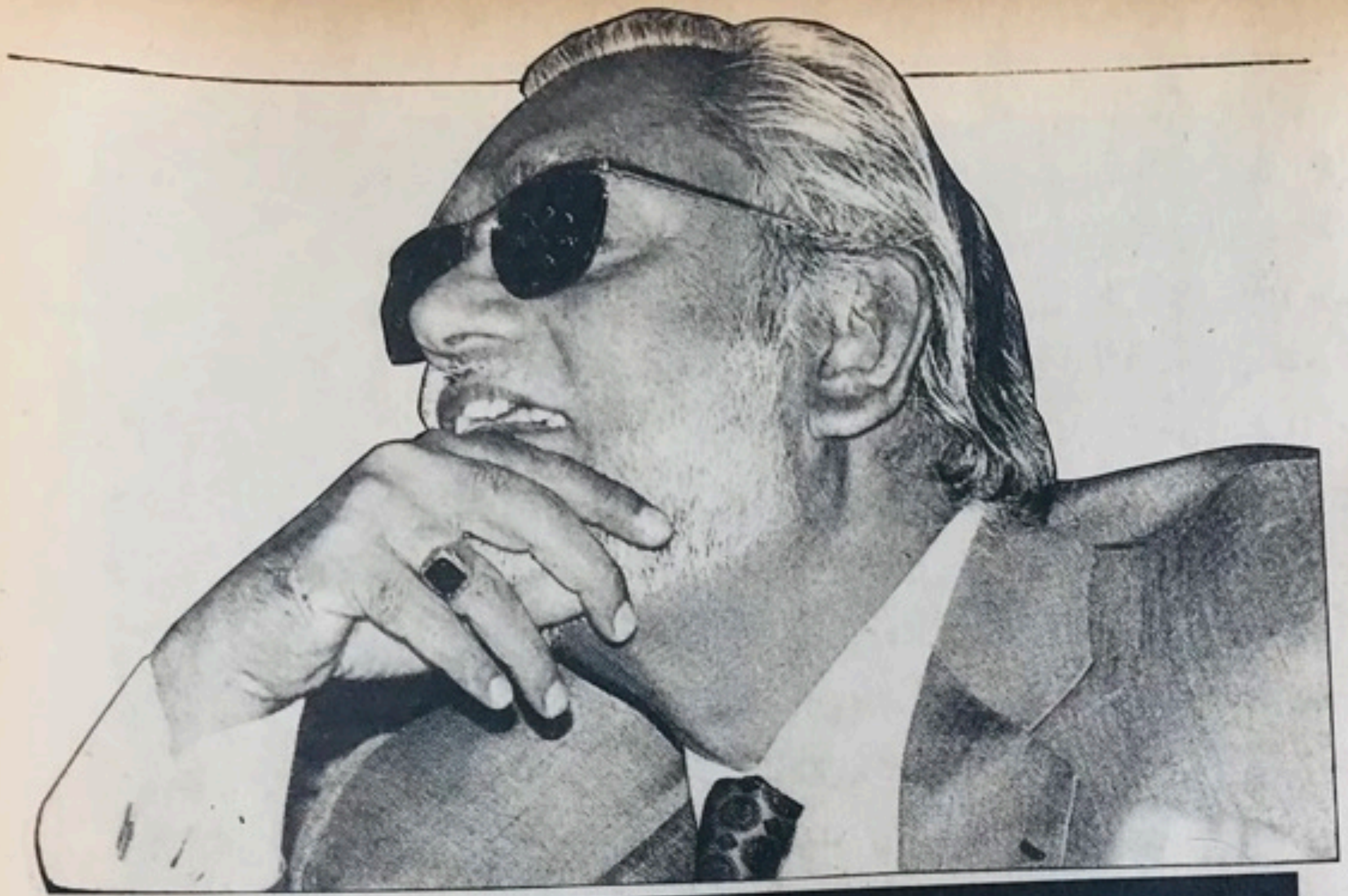

جام صادق علی ناقابلِ تسخیر قلعہ کا فاتح

خصوصی تجزیہ محمد صدیق القادری ایڈیٹر انچیف

سندھ کے اصل حالات و واقعات جاننے۔ جام حکومت کے بارے میں عوامی تاثرات معلوم کرنے۔ لوگوں کی مشکلات کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرنے کیلئے ہم نے سندھ کا تفصیلی دورہ کیا وہاں ہماری ملاقاتیں سندھ کے ہر مکتب فکر کے لوگوں سے ہوئی جب ہم نے مختلف سندھی لوگوں سے پوچھا کہ آپ بتائیں گے آپ کے سندھ میں وہ کونسی شخصیت ہے دہشت گرد جس کا نام سنتے ہی کانپتے ہیں۔ خطرناک جرائم پیشہ گروہ جیسے دھوکہ دینے میں کبھی کامیاب نہیں ہوتے جس کا وجود تخریب کاروں، علیحدگی پسندوں، ملک و ملت کے دشمنوں کے ناپاک ارادوں کے خلاف ایک ناقابلِ تسخیر آہنی دیوار ہے جس کی ہلکار سندھی اقدار کے تحفظ اور عزت و وقار کیلئے بے مثال ہے جس کی پکار سندھی عوام کی یکجہتی، پاکستان کی سلامتی و استحکام ہے۔ تو سندھ کے لوگ بے ساختہ پکارتے رہے کہ وہ سندھ کے مرد آہن جام صادق علی ہیں۔

جام صاحب اپنی ذہانت، بے مثال جرأت، انتھک محنت مسلسل جدوجہد اور بے پناہ قربانیوں کی بدولت جو مقام میدان سیاست میں حاصل کیا ہے وہ شائد ہی کسی اور کو نصیب ہو۔ سندھی عوام بطل حریت مرد سندھ جام صادق علی پر نہ صرف فخر کرتے ہیں بلکہ اس تاریخ ساز شخصیت کی عظمت کو سلام کرتے ہیں۔

جام خاندان کا سندھ کی سیاست میں نمایاں رول ہے جام صاحب کے آباو اجداد کی اس ملک کو بنانے میں بے شمار خدمات ہیں۔ بحیثیت انسان جام صادق علی واقعی نیک سیرت خوش گفتار، حاضر دماغ، روشن خیال، سادہ طبع درویش منش، انتہائی سخی دل غریب پرور انسان ہیں پیروں فقیروں کے تہہ دل سے قدردان ہیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں بے دریغ خرچ کرتے ہیں آپ کی ذات میں وہ تمام صفات موجود ہیں جو ایک اچھے سچے مسلمان میں ہوتی ہیں۔

جام صاحب کی شخصیت کے بارے میں ہمارا نقطہ نظر یہ ہے کہ ایثار و وفار کا جو پھول جام صادق علی کے روپ میں سندھ میں کھلا ہے۔ اس کی خوشبو پاکستان بالخصوص سندھ کے درو دیوار سے محسوس ہوتی ہے۔ سندھ کی تاریخ لکھنے والے یہ لکھنے پر مجبور ہوں گے کہ جام صادق علی جیسی شخصیات دنیا میں بار بار جنم نہیں لیتی رب کریم کا ان پر خصوصی فضل و کرم ہے قدرت اس عظیم المرتبت انسان سے کوئی بڑا کام

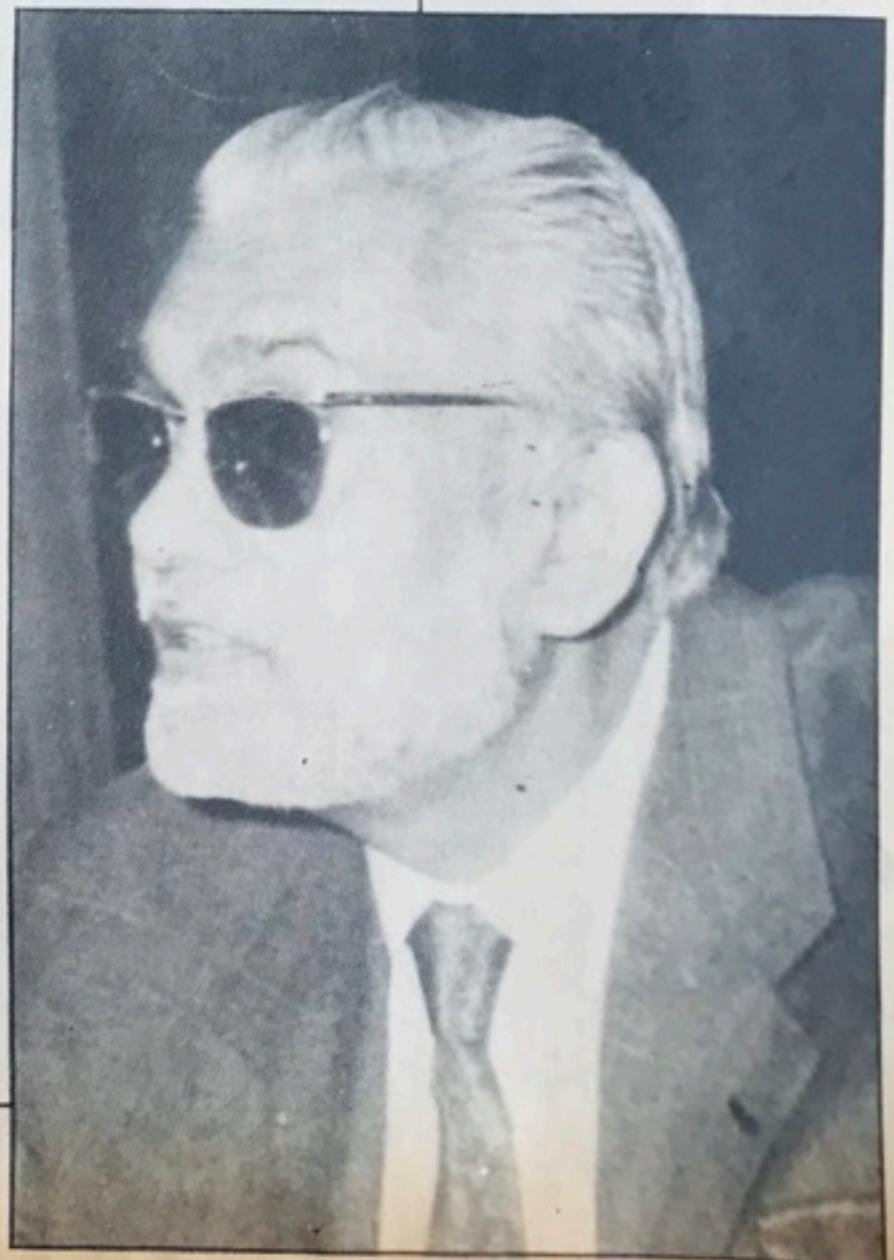

سندھ کے اجتماعی مفاد میں جام صاحب نے جو ٹھوس انقلابی اقدامات کیے ہیں ان کی جرت مندانہ قیادت نے مرکز سے ۱۴ ارب روپے کی خطیر گرانٹ سندھ کی تعمیر کیلئے حاصل کی، سندھ کی تعمیر نو میں بے شمار ترقیاتی کام کیے، ہیں حقیقی معنوں میں جام صاحب کے دور میں سندھ کا وقار بلند ہوا ہے جس سے سندھ کا عام آدمی بھی خوش ہے جام صاحب سندھ کے عام شہری کو فائدہ پہنچانے کیلئے بڑے جرت مندانہ اقدامات کر رہے ہیں جام حکومت کا کمال ہے۔ امن و امان کی بحالی میں حیرت انگیز کمی واقع ہوئی ہے ہماری جام صاحب سے تفصیلی ملاقاتیں ہوئیں ہم اس نتیجہ پر پہنچے جام صادق کی سحر انگیز قدآور شخصیت کے پاس سندھ کے سلگتے ہوئے مسائل کا حل موجود ہے۔ سندھ میں امن و آشتی کا پرچار جام صاحب کا مشن ہے سندھی قوتوں میں اتحاد یکجہتی کا فروغ جام صاحب کا پروگرام ہے۔ منافقت اور مصلحت کی سیاست کا خاتمہ جام صاحب کی اولین خواہش ہے سندھی عوام کی ترقی و خوشحالی جام صاحب کی قابل تحسین جدوجہد کا حصہ ہے۔ جام

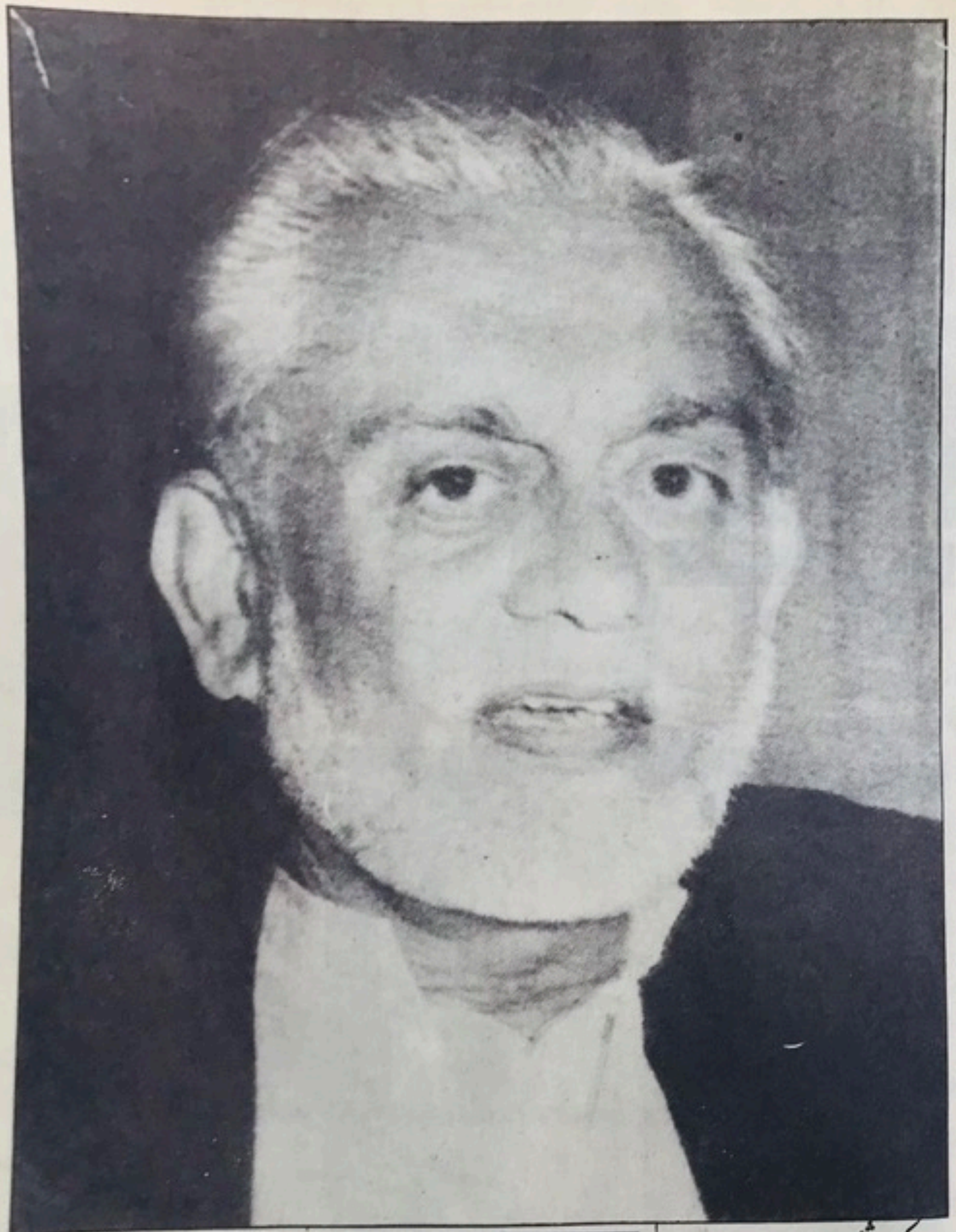

صاحب کی شخصیت میں عاجزی، انکساری ہمدردی، وطن پرستی اور ایثار و وفا کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ دوستوں اور دشمنوں میں تمیز رکھنا جانتے ہیں۔ دہشت گردوں، شرپسندوں لٹیروں، ڈاکوؤں

جام صادق علی جیسی شخصیات دنیا میں بار بار پیدا نہیں ہوتیں

اور قومی مجرموں کے خلاف ننگی اور کھلی تلوار ہیں جام صاحب کی شخصیت کا کمال ہے۔ بڑے بڑے پیشن گوئیاں کرنے والے افواہ ساز صحافی، تجزیہ نگار ورطہ حیرت میں گم ہیں۔ چاروں طرف سازشوں کے

باوجود جام صاحب بڑی جرت مندی اور پامردی کے ساتھ حکومت چلا رہے ہیں مخالفین کے خطرناک عزائم کو ناکام بنا کر عبرتناک شکست سے دو چار کر رہے ہیں۔ ہمارے ہاں المیہ یہ ہے کہ ہم کسی کے بارے میں رائے قائم کرنے میں بڑی عجلت سے کام

لیتے ہیں اس عجلت میں ہم تصویر کے دونوں رخ نہیں دیکھتے ایک رخ ہماری نظروں سے اوجھل رہتا ہے

اس طرح پی ڈی اے نے بھی جام صادق علی کی شخصیت کے بارے میں رائے قائم کرنے میں بڑی عجلت سے کام لیا ہے۔ جام صاحب کی شخصیت کے اعلیٰ اوصاف کو مسخ کر کے اپوزیشن بے بنیاد پروپیگنڈا مہم چلا رہی ہے جام صاحب کو بطور ہلاکو خان اور ڈکیٹ کا روپ دے کر ہزاروں بیہودہ الزامات لگا کر خوفناک افسانے تراش رہی ہے حالانکہ

یہ لوگ بھی جانتے ہیں جام صاحب بااصول، جراتمند، صاف گو اور نر قسم کے انسان ہیں انہی خوبیوں کی وجہ سے عرصہ دراز جلا وطن رہے، بے شمار صعبتیں اور تکلیفیں برداشت کرتے رہے مارشل لا دور میں اپنے ضمیر کے ہاتھوں مجبور رہ کر نہ بک سکے نہ جھک سکے۔

پیپلز پارٹی کے ورکر یہ تسلیم کرتے ہیں اقتدار کے دنوں میں محترمہ بے نظیر بھٹو نے جام صاحب کی جمہوریت اور پارٹی کے لیے خدمات کا کوئی صلہ نہیں دیا سندھیوں کی سوچ یہ ہے۔ اگر محترمہ بے نظیر بھٹو جام صاحب کو پارٹی میں جائز مقام دیتی جس کے وہ حق دار تھے وہ عزت واحترام دیتی جتنی پارٹی ورکر چاہتے تھے سندھ میں قائم

جام صاحب کا کمال ہے کہ وہ سب سندھی قوتوں کو ساتھ لے کر حکومت چلا رہے ہیں

علی شاہ کو وزارت اعلیٰ سے ہٹانے کے فوراً بعد ورکروں کی خواہشات کا احترام کرتے ہوئے جام صادق علی

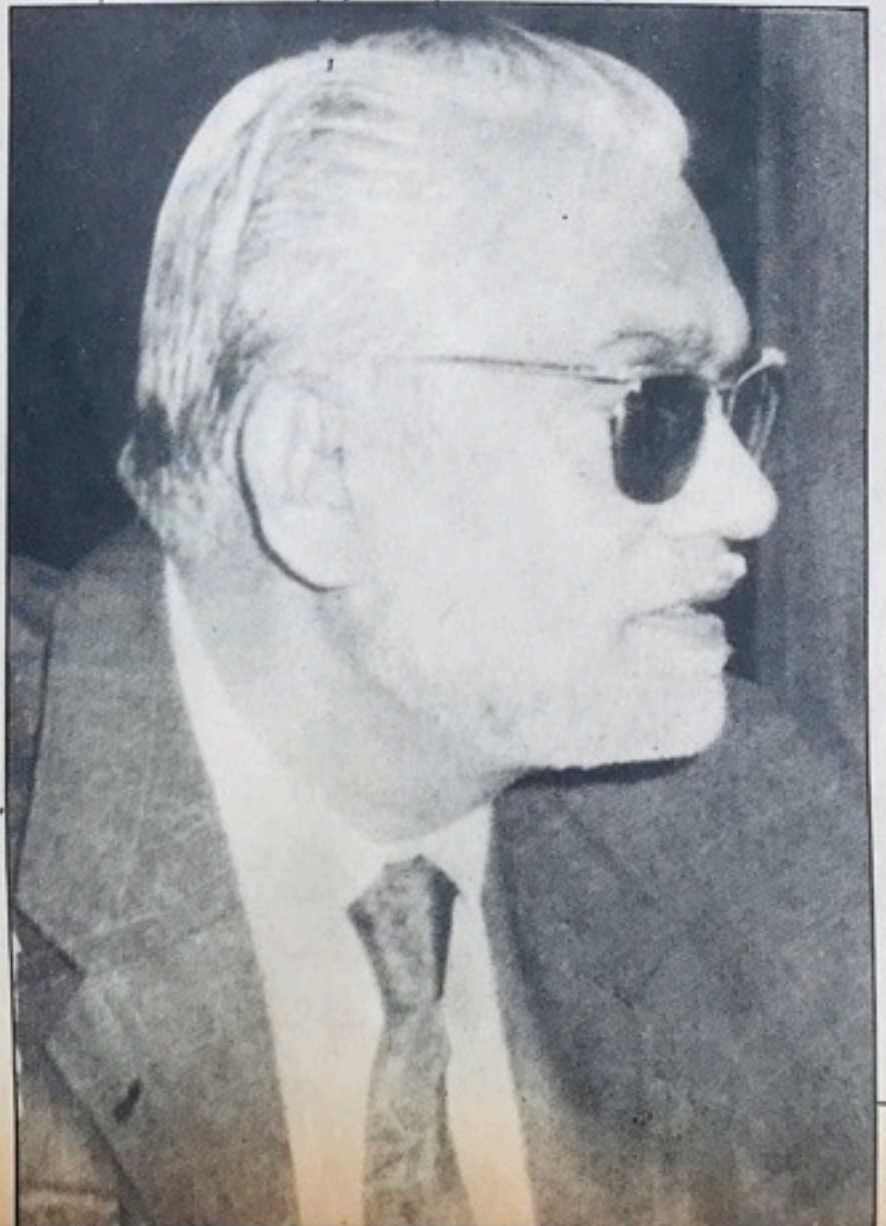

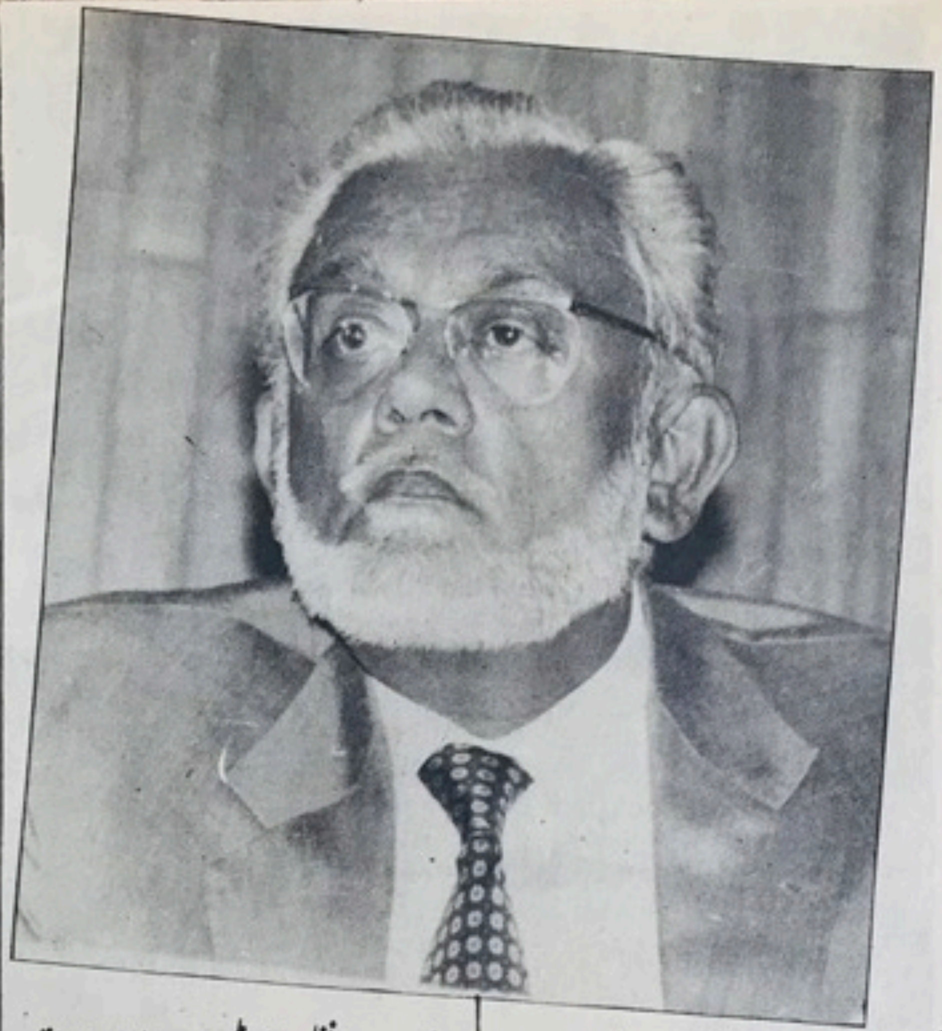

کو سندھ کا وزیر اعلیٰ بنا دیتی تو بے نظیر بھٹو کو یہ دن نہ دیکھنے پڑتے۔

اگر محترمہ کو سندھ کا مفاد عزیز ہے۔ امن و امان کی بحالی چاہتی ہیں تو محترمہ کو مخالفت برائے مخالفت چھوڑ کر جام صاحب کے ساتھ تعاون کا ہاتھ بڑھانا چاہیے۔ دکھ اس بات کا ہے بے نظیر بھٹو کو جام فوبیا ہو چکا ہے وہ دن رات جام صادق کی ذات میں کیڑے نکالنے اور بیہودہ الزامات لگانے میں مصروف ہیں جام صاحب کی دشمنی میں وہ پورے سندھ کو آگ میں دھکیل رہی ہیں۔ جام حکومت کو ختم کرانے کے لیے بے نظیر بھٹو صدر غلام اسحاق خان، وزیر اعظم نواز شریف اور جنرل اسلم بیگ کے پاؤں کو چھونے کے لیے بھی تیار ہیں۔

ایسی صورت میں حال میں ہمارا محترمہ بے نظیر بھٹو کو مشورہ ہے کہ وہ جام صاحب کی حکومت کو ختم کرنے کی کوشش ختم کر کے آرام کریں عزت، ذلت اللہ کے ہاتھ میں ہے جب تک اللہ کو منظور ہو گا سندھ میں جام صاحب کا سورج چمکتا رہے گا دنیا کی کوئی طاقت جام حکومت کو ہٹا نہیں سکے گی جام صاحب پامردی کے ساتھ مخالفین کے چیلنجوں کا مقابلہ کرتے رہیں گے سیاست کے منجھے ہوئے تجربہ کار کھلاڑی کی حیثیت سے سیاسی میدان میں چھکے لگاتے رہیں گے۔

خصوصی تجزیہ

محمد صدیق القادری

ایڈیٹر انچیف

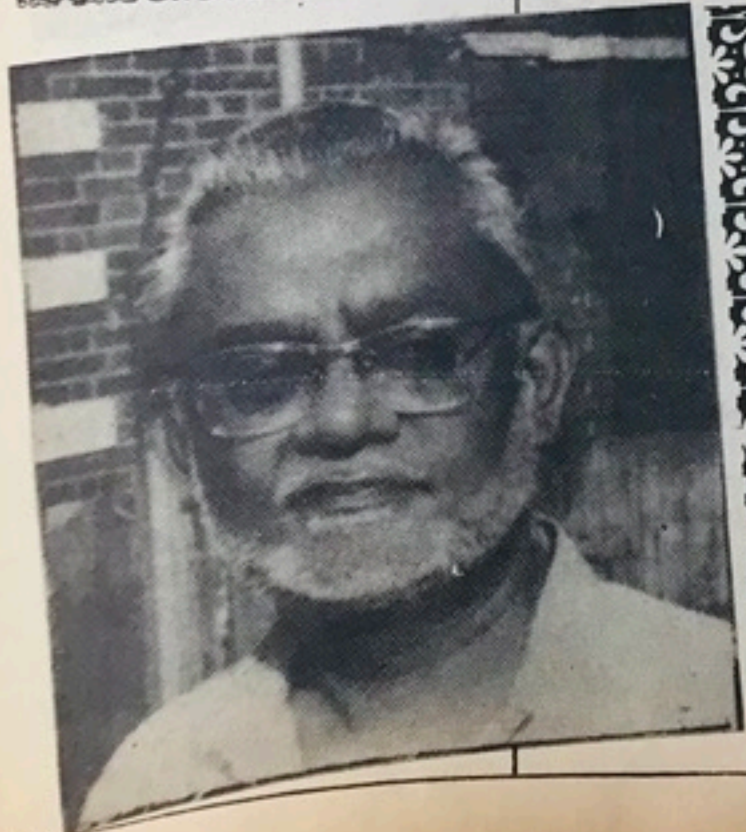

DELEGATION DARUL MAAL ISLAMI VISIT PAKISTAN

A high level delegation of arul Maal Islami under the hairman ship of Hi Highness rince Mohd. Al Faisal Al saud sited Pakistan. The delegation et with Pakistan's President, rime Minister and Federal inance Minister on mutual ooperation in variens fields. Ejaz Haq, Federal Minister for anpower & overseas Pakistanis ave a banquet in honour of rince and his delegation hairman Senate, Deputy peaker, Senators, MNAs, mbassador of Kuwait, UAE & audia Arabia also participated the reception.

Prince Mohd. Faisal addressing Participants of reception

Deputy Speakers with the guests

Prince Mohd Faisal with Mr. Ejaz ul Haq discussing some important matter

Mr. Ejaz ul Haq with ambassador of Kuwait Qasim al Yaqut

Mohd. Sadiq al Qadri Editor-in-Chief Youth International talking with the guests

Members of the delegation

Chairman Senate with UAE Ambassador Mohd. Ahmed Al Mehmood.

THE YOUTH INTERNATIONAL MAGAZINE

Mohd. Ahmed Al Mehmood with the member of the delegation.

H.E. Yousuf Mohammed Al-Matab Qani ambassador of Saudi Arabia to Pakistan discussing with guest

Members of delegations

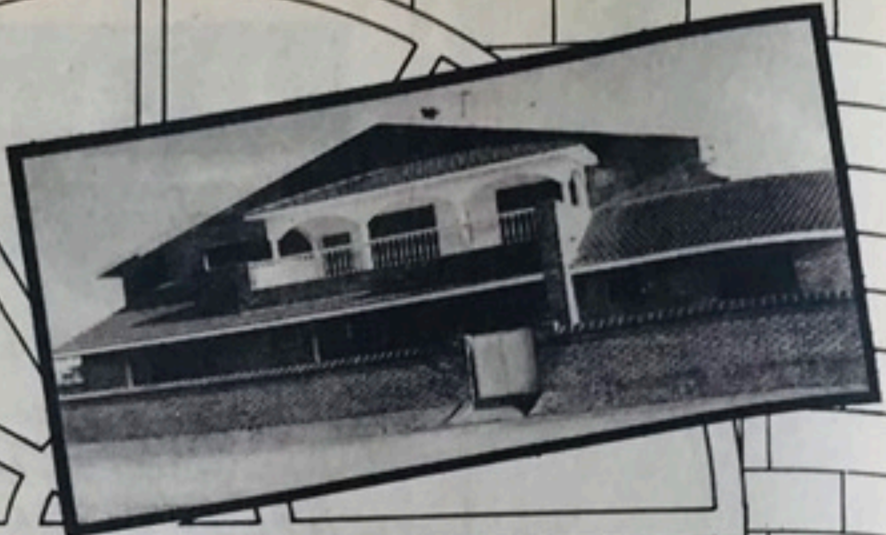

A Product For All Seasons

KAGHAN ROOFING BRICKS & HOLLOW BLOCKS

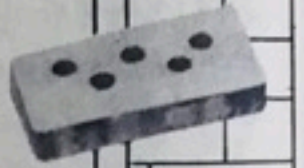

To give buildings incomparable beauty, Strength, insulation and elegance.
Very economical compared to conventional products.

Produced on the only automatic plant of its kind in Pakistan; these Roofing Bricks, Hollow Blocks and Facing Bricks are produced in a variety of sizes and shapes. Lasting durability is obtained by a proportionate baking process, undertaken in natural gas-fired kilns.

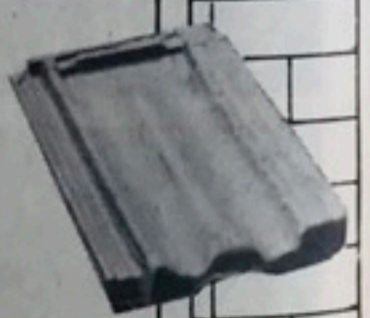

With no need for plaster or paint, and insulation the year round, no wonder, more and more architects are recommending Kaghan Products.

Manufactured by:

KAGHAN BRICK WORKS LTD.
1, National Park Area, Chak Shehzad, Islamabad.
Tel: 828895

A project of:

Overseas Pakistanis Foundation

سعودی سفیر
یوسف محمد مطبقانی
جو پاکستان میں گرانقدر سفارتی خدمات سرانجام دے رہے ہیں

فلم اسٹیج کی ابھرتی ہوئی اداکارہ راحلیہ سے ملیئے

تحریر و تصویر دلشاد شیخ

بات پیسے کی ہو یا فن کی۔ نام کی ہو یا کام کی۔ کسی بھی شعبے سے منسلک آپ کسی بھی شخص سے بات کریں۔ اکثریت ایسے لوگوں کی ملے گی جو حقائق کو چھپا کر بات کرتے ہیں۔ مقصد لکھنے کا یہ ہرگز نہیں کہ سچ بولنے والے انسانوں کی کمی ہے۔ اصل میں ہم لوگ اپنی ذات کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنے کے عادی بن چکے ہیں۔

اپنے آپ کو دوسروں کے مقابلے میں بڑا ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے مگر اس کے باوجود سچ بولنے والے انسانوں کی اس دنیا میں کوئی کمی نہیں ہے۔

راحیلہ سٹیج اور فلم کی ایکٹرس ہے۔ ہری آرٹ کونسل میں ڈرامہ "دل ہے کہ مانتا نہیں" کھیلا جا رہا تھا۔ اس دوران راحیلہ سے ملاقات ہوئی۔ انداز گفتگو سے محسوس ہوا کہ راحیلہ اچھی اور

سچی فنکارہ ہے انٹرویو شروع ہوا۔ تو راحیلہ یوں بولے چلی جا رہی تھی۔ جیسے ٹیپ ریکارڈ کا سوئچ آن کر دیا گیا ہو۔ دل کی تمام باتیں اس کی زبان پر آ گئیں اس روانی سے بول رہی تھی جس سے اندازہ لگانا کوئی مشکل کام نہ تھا کہ وہ کس قدر سچی

راحلیہ شہرت کی بجائے دولت کیلئے اداکاری میں آئی

راحلیہ فلمی دنیا میں اپنا مقام پیدا کرنا چاہتی ہے

فنکارہ ہے۔

اکثر فنکار کہتے ہیں کہ بچپن کے شوق کی خاطر میدان فن میں آئے تھے لیکن راحیلہ ضرورت کے تحت میدان فن میں آئی تھی۔ اس نے اس بات کو چھپانے کی بجائے صاف صاف

بتا دینا ہی مناسب سمجھا۔ خاندان بڑا ہونے کی وجہ سے گھریلو اخراجات پورے کرنا مشکل تھا۔ ملازمت کرتی تھی۔ فالتو وقت میں مزید بے شمار کام کئے۔ مگر معاوضہ کم ہونے کی بنا پر گھریلو اخراجات پورے کرنا بہت مشکل تھا۔ ایک دن سٹیج ڈرامہ دیکھنے گئیں۔ تو شیبا حسن کی نظر اس پر پڑی۔ تو اس نے پوچھا آپ ایکٹریس ہیں۔ کہنے لگی جی نہیں شیبا نے کہا تم شکل و صورت سے تو مجھے بہت بڑی ایکٹریس لگتی ہو، کیوں نہیں اس فن کے میدان میں آ جاتی۔ عزت، شہرت اور دولت تمہاری منتظر ہے۔ پیسے کی ضرورت تو تھی ہی۔ شیبا حسن کے کہنے پر پہلا سٹیج پلے "نواں پواڑا" مین ایک چنگڑمی لڑکی کا کردار کیا چنگڑمی کا روپ دھارنے کے لئے اپنی جیب سے خاص لباس اور زیورات خریدے۔ ڈرامے میں جب راحیلہ نے چنگڑمی کا کریکٹر کیا تو بے شمار سنیئر فنکاروں نے اس کی پرفارمنس کی تعریف کی۔ راحیلہ کا پہلا ڈرامہ ہٹ ہوا۔ اور پہلے ڈرامہ سے ہی راحیلہ ایک بڑی فنکارہ بن گئی۔ اس ڈرامہ کے بعد راحیلہ کو بے شمار ڈراموں میں کام ملنے لگا۔ عرصہ ایک سال سے راحیلہ لاہور کے کسی نہ کسی سٹیج پلے میں متواتر اداکاری کے جوہر دکھاتے نظر آ رہی ہے۔ زیادہ تر کامیڈی کردار میں عوام کو تفریح مہیا کر رہی ہے۔ بے شمار سٹیج ڈراموں میں کامیاب اداکاری کرنے کی بنا پر کئی فلم پروڈیوسروں نے راحیلہ کو فلم میں بھی کاسٹ

کرنا شروع کیا اور یوں اب راحیلہ فلم کی بھی اداکارہ ہے۔ راحیلہ کی زیر تکمیل فلمیں گنجے شیطان + حسینوں کا انتقام + آخری مجرہ + فتح + قسم + شیرا پانڈمی اور قیامت ہی قیامت ہیں۔

راحیلہ ان فلموں میں ولین کے ساتھ اہم رول کر رہی ہیں۔ سٹیج کی دنیا میں نام کمانے کے بعد راحیلہ کی فلمیں ریلیز ہونے پر راحیلہ فلموں کی بھی معروف اداکارہ بن جائے گی۔

French visa counsular Mr. Michel Rouxxus Romania Ambassador and Editor in Chief Youth International Grou Photo

Dressing Informaiton Advisor Shaikh Rasheed Ahmed with Amir Jamat-e-Islami Qazi Hussain Ahmed and with Syed Fakhar-e-Imam Education Federal Minister

Madam Francoise MASSET

Mr. Aqeel Naqvi Mr. Olivier Richard French Second Secretary and Press Officer and Mr. Siddiq Al Qadri Group Photo

RECEPTION OF FRENCH NATIONAL DAY 14, JULY 1991

On the National Day of France, French ambassador his excellency malty & his wife in the newly-constructed. Embassy building give a reception. Chairman Senate, Federal Ministers, Senators, MANs, Secretary-General Foreign Affairs, Civil & Military officials participated in the reception.

Glampses of the reception.

French Ambassador discussing with former M.N.A., M.P. Bandahrah and Famely

Excellency Mr. Jean Pierre Massate with disscasing Gen. Majeed Malik Federal Minister Between Mr. Jean-Paul Huet French commercial Counsellor

M.E Mr. Jean Pierre Massate Frnech Ambassador and Madam Francoise Massate with Editor in Chief Youth International M.S. Al-Qadri

Secretary General Foreign Affairs Mr. Akram Zaki disscussing with American Ambassador Mr. Okalay

SURGICAL

DENTAL INSTRUMENTS AND SCISSORS

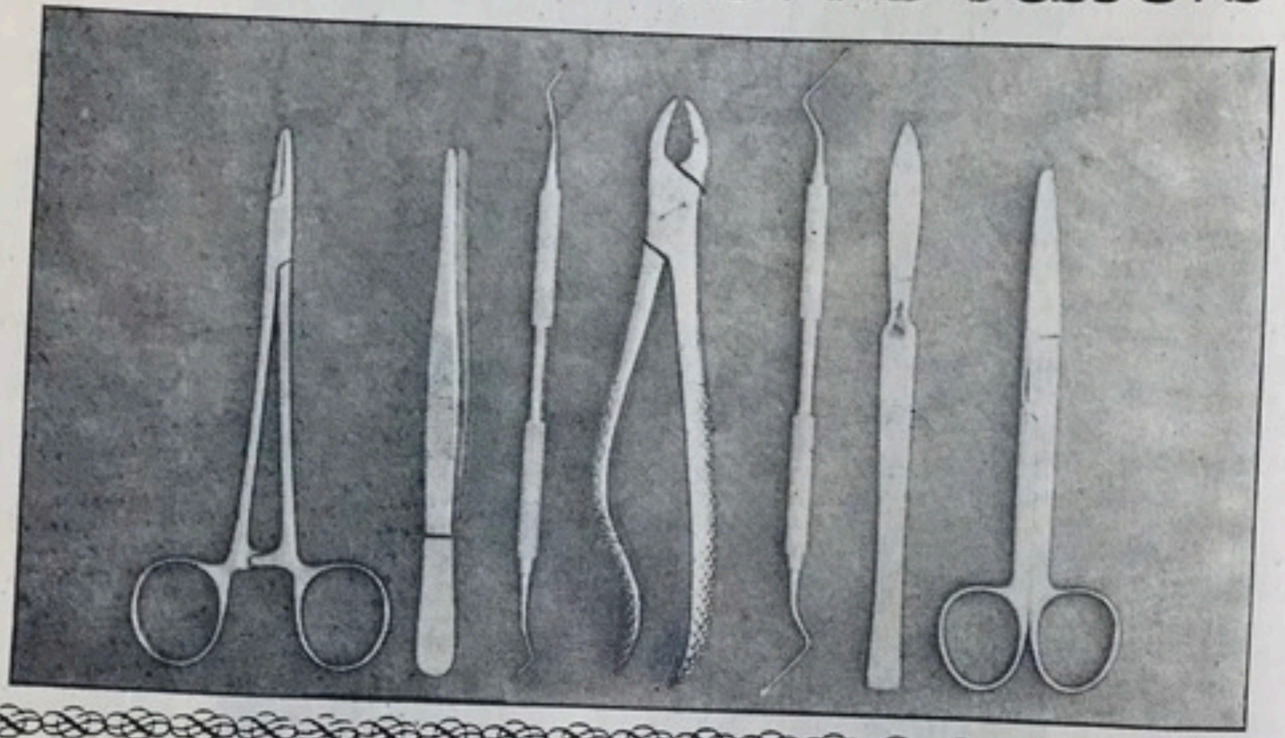

MEDICAL FIELDS COVERED BY OUR PRODUCTS

• GENERAL INSTRUMENTS • GYNECOLOGY • DIAGNOSTICS • OBSTET RICS • LUNG SURGERY • UROLOGY • CARDIOVASCULAR • SUTURE • TONSIL • OTOLOGY • TRACHEOTOMY • RHINOLOGY • OPTHALMOLOGY • ORTHOPAEDIC • NEURO SURGERY • BONE SURGERY • INTESTINES & STOMACH • DERAMATOLOGY

DIL INDUSTRIES (PVT.) LTD.

DAR GROUP OF COMPANIES

CHIEF EXECUTIVE ARSHAD I DAR

OFFICE 4 A UNIVERSAL PLAZA, F 10 MARKAZ ISLAMABAD.
TEL: 92 - 051 - 281757-9 (3 LINES) FAX : 92 - 051 - 281728 - TELEX 54306 DIL PK.

Pakistan exports to France
(French Francs million)

	1989		1990	
Agro-industrial products	103.2	9.2 %	90.2	6.5 %
Semi-finished products	11.3	1.0 %	19.4	1.4 %
Capital goods	14.0	1.3 %	15.3	1.1 %
Consumer goods	987.7	88.4 %	1247.8	90.5 %
Other	0.8	0.1 %	6.6	0.5 %
TOTAL	1117.0	100 %	1379.4	100 %

The main French imports from Pakistan are consumers goods, as already mentioned. Traditional goods, i.e. rugs, cotton material, sports goods, still represent 50 % of them. However, the development of new completely finished items (hosiery + 39 %, garments + 23. 1 %, leather goods + 41.1 %) illustrates the progress of these new industries in Pakistan.

Pakistan imports from France
(French Francs million)

	1989	1990		
Agro-industrial products	103.7	8.2 %	99.9	7.3 %
Energy related products	1.6	0.1 %	148.5	10.8 %
Semi-finished products	469.3	37.3 %	415.2	31.1 %
Capital goods	533.0	42.4 %	555.6	40.6 %
Consumer goods	144.3	11.5 %	136.0	9.9 %
Other	6.7	0.5 %	3.8	0.3 %
TOTAL	1259.3	100 %	1369.0	100 %

The two main categories of French exports include semi-finished products and capital goods. The first one is mostly special steel products used by the cutlery industry in Sialkot (FF 200 million) and chemicals used by the Pakistani industrial subsidiaries of French firms (FF 97 Million). The second category consists essentially of electrical, electronic and mechanical equipments.

These good are closely tied with the yearly Financial Protocols signed between the two countries, which have amounted to an average of FF 600 million per annum in the last few years. These credits are mostly centered on three fields, namely energy, communications and health, and have led to some significant realizations such as the supply and creation of units 5 to 8 for the KOT ADDU thermal power plant, the setting-up of a joint-venture with ALCATEL for the creation of a digital exchange factory and the modernization of P.I.M.S. and Mohammed Ali Jinnah Post Graduate Hospital.

In spite of the slow utilization of these credits during the last two years, it is expected that various projects could be contracted before the end of the present calendar year. An increased cooperation with the private sector is also expected as a result of the new economic policy of the Government of Pakistan.

Discussing Pak French realation
Mr. Michel Rouxxus with Mr. Al Qadri

Difference Guest in National day reception

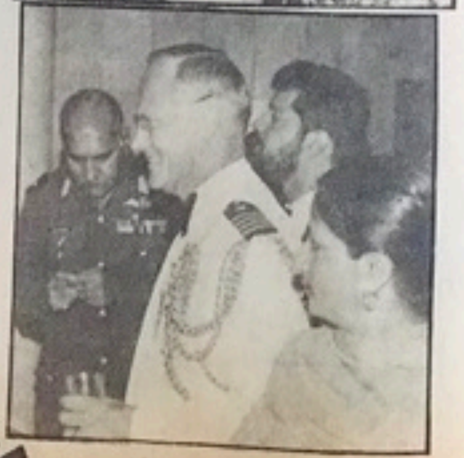

SPECIAL SUPLIMENT ON NATIONAL DAY OF FRANCE

Franch visa counsullor Mr. Michel Rouxxus and Mrs. Martine Rouxxus
and guest Women Group Photo

French Armed Officer

French Diplomate Group Photo

COOPERATION : DIALOGUE WITH THE THIRD WORLD AND OPENING UP TO EASTERN EUROPE

(La Cooperation : dialogue avec le Tiers-Monde et ouverture a l 'Est)

A feeling of solidarity, but also well-understood interest have led France to promote a strong policy of cooperation and aid for development in Third World Countries. In 1990, she is devoting 0.54 % of her Gross Domestic Product to it and she intends to increase it to 0.7 % (the average contribution of industrialized countries is around 0.36 %).

The French became aware of the widening gap between poor and rich countries very early on. Life expectancy, which is 78 years in France, is less than 40 in Guinea or in Sierra Leone. In our western countries, a hectareof land yields 12 tonnes of maize, but only 800 kilos in the Sahel.

From Africa to the Caribbean and including the Indian Ocean, the country of Pasteur and Schoelcher (a deputy who was at the origin of the definitive abolishment of slavery in 1848) increases her intervention to lighten the burden weighing on the underprivileged. The most spectacular act was the wiping out of the debt of 35 poor countries, announced by President Mitterrand in 1989. Because of the links established during the period of colonization,France feels a particular duty towards Africa. She comes top among donors to sub-Saharan Africa and in second place for the whole of the continent.

In the framework of Europe, France was president of the European Community last year when the latter granted 85 billion francs to developingcountries. Moreover, she continues her action to help refugees, for instance by undertaking, at the Geneva conference in 1988, to receive 4,400 Vietnames.

In about sixty countries, France has 9,000 cooperation workers, teachers and technicians : specialists in agriculture and tropical forestry, irrigation, stock-farming, pest control, etc., She is also in charge of the 600 people of the Association Francaise des Volontaries du Progres (French Association of Volunteers of Progress) which takes part in an important programme of European development.

Teaching holds a choice position in Cultural and Technical Cooperation. More than 8,000 teachers have some 162,000 pupils in 350 French schools abroad. In addition to these, there is the big network of the Alliance Francaise and the 160 institutes and clutural centres. French language radion and television, news picture agencies, artistic exchanges, exhibitions, etc. are all used to spread French culture.

In addition to permanent assistance, emergency aid plays a large part in France's humanitarian activities. In 1989, France helped by providing material aid, provisions, medicine and rescue teams either directly or through non-government organizations such as "Medecins due Monde" (Doctors of the World) or "Medecins sans Frontieres" (Doctors across Borders).

This cooperation takes various forms : an anti-meningitis campaign to stem an epidemic in Ethiopia and in Benin ; help with supplies and intervention by the Paris Civil Protection squad when there were floods in Burundi and Djibouti ; an air-bridge to repartriate 100,000 victims of the conflict between Senegal and

ON PAGE 35

FRANCE - PAKISTAN TRADE RELATIONS

In the past, trade relations between Pakistan and France were structurally in favour

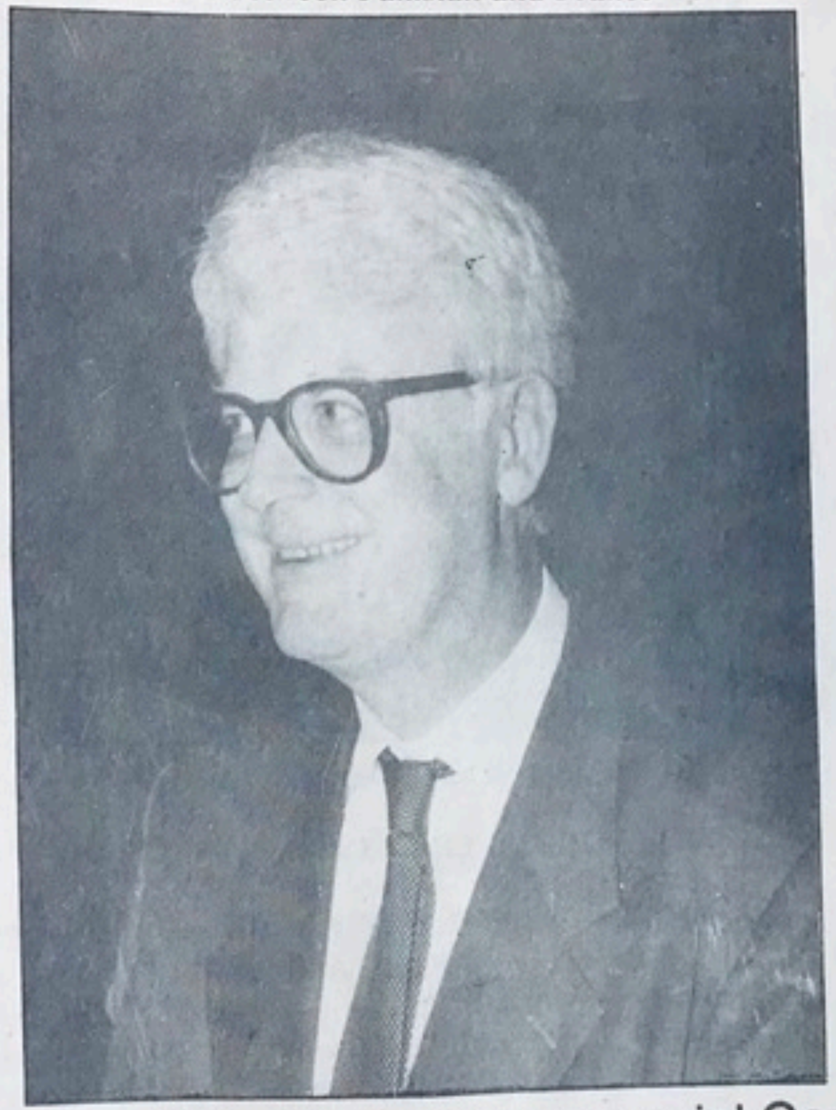

Mr. Jean Paul Huet French commercial Counsellor

of France. For the last two years, this situation has been far more balanced and during the calendar year 1990, France purchased goods worth FF 1, 379 million (1 FF = 4 roupies approximately), whereas Pakistan imported goods amounting to FF 1, 369 million.

This is mainly due to two factors : firstly, the bulk of Pakistani exported goods comprises consumer goods (90 % in 1990), the quality of which is being more and more appreciated in France ; secondly, the dynamism of Pakistani exporters has led to boost exports by 17.5 % in 1989 and by 23.5 % in 1990. In the meantime, French sales to Pakistani, mostly consisting of capital goods, are dependent on the award of big size projects to French companies : they feel by 29 % in 1989 and increased by only 8 % 1990.

NATIONAL DEFENCE : MODERNIZING WITHOUT RELAXING ONE'S GUARD

(Defense nationale : moderniser sans "baisser la garde")

In 1990, military spending in France amounts to nearly 231 billion francs (an equivalent sum to that of 1989), which is 19 % of the national budget.

The French services have 540,000 men including 250,000 conscripts (46 %) There are 295,000 men in the army, 95,000 in the Air Force, 65,000 in the navy and 85,000 in state police.

The Constitution stipulates that the "President of the Republic is the head of the armed forces". He has the responsibility of "Pressing the button" in the event of a nuclear war. He drews up the main lines of national defence.

The defence policy and the major decisions are made by the Cabinet presided over by the head of State. The Defence Council is in charge of the general lines of defence, and a Defence Committee on which the chiefs of staff of the Army, Air Force and Navy sit; is in charge of the millitary side.

Every year, Frenchmen aged 20 are called up to do National Service. It can take three forms. There is a 12 month period of military service, or a 12 month period of defence (protecting the population), or a Service of technical aid (development of overseas departments and territories) and Cooperation (in favour of foreign states who ask for it), lasting 16 months.

Certain people, particularly students can have their service deferred. Thirty percent of people called up escape conscription. Some are dispensed, some are exempted and others are invalidated.

French defence is independent and rests on the nuclear deterrent. Whoever attacked would be struck down by atomic fire "a permanent and sufficient threat to dissuade an enemy from his aggressive intentions".

In 1966, France put an end to the integration of her forces in the North Atlantic Treaty Organization. However, she has not left the Atlantic Alliance and she takes part in NATO's manoeuvres. Thus, in 1989, the French fleet of Toulon and the 6th American Fleet carried out manoeuvres together off Corsica.

The Organization is based on four systems :

-Nuclear and Strategic Forces : an air force and earth missile units ; a strategic ocean force (nuclear submarines each having 16 missiles, and a further two planned)

The tactical nuclear weapon, designed to operate on a battlefield and comprising land, air and sea artillery units.

-Traditional forces : land, air, maritime, naval airforces, and the state police.

-Overseas forces placed under the order of inter-army instructions.

The Army Plan 2000, implemented in 1990-91, aims to give the country a more coherent system by simplifying the structures. At the same time, the army is continuing its effort to modernize its means of nuclear deterrence, improving its air and land manoeuvre corps and bettering its capacity of projection in the world.

Consoription or a professional army ? should one be in favour of a national army, rooted in the people and supported by republican values (equality in the face of the "blood tax") ? Or in favour of a corps of professionals having greater availability for operations ? The old debate is still a topical subject. For the time being, conscription, established in 1798, abolished in 1814 and re-established at the end of the 19th century, finds favour with the French.

At a time of detente and world disarmament, the government 's objective is to make savings in the military area without, however, relaxing its guard. It is not a matter of cutting down the Defence budget, but of slowing down its growth rate by spreading the development of certain programmes over a time.

Military training is, above all, given in three War Academies for preparing higher officers, in the two polytechnique schools and the Special Military school (formerly Saint-Cyr) for the Army, Naval College, the Higher School of Aeronautices, the Air School and the Air Technicians School.

The French remain attached to their army. A recent survery shows that a majority (57 %) consider the military service "useful" for young people and "necessary" for the defence of the country.

[redacted]

SPECIAL SUPLIMENT ON NATIONAL DAY OF FRANCE

KOT ADDU GAS TURBINE POWER STATION

Phase I of the KOT ADDU POWER PLANT Project started in May, 1985, when K.W.U. of West Germany was awarded the supply of gas turbines for units 1 and 2, and FIAT of Italy was awarded the supply of two more 100 MW turbines for units 3 and 4. The four units, of a total capacity of 400 MW, were commissioned in late 1987.

The contract for Phase II of the porject was signed between WAPDA and ALSTHOM on 4th March, 1987 : ALSTHOM was to design, supply, install and commission four 100 MW turbines, a fuel treatment plant, a switchyard 220 kV and a central control for units 5 to 8. In order to finance the operation, a special financial protocol was signed between representatives of the Governments of Pakistan and France in Islamabad on 16th April, 1987 for an amount of approximately US $ 140 million.

The civil works started on 6th July, 1987 and the first unit was fired on 5th October, 1988. Commercial operation of units 5 and 6 started in December, 1988 and that of units 7 and 8 in January 1989./.

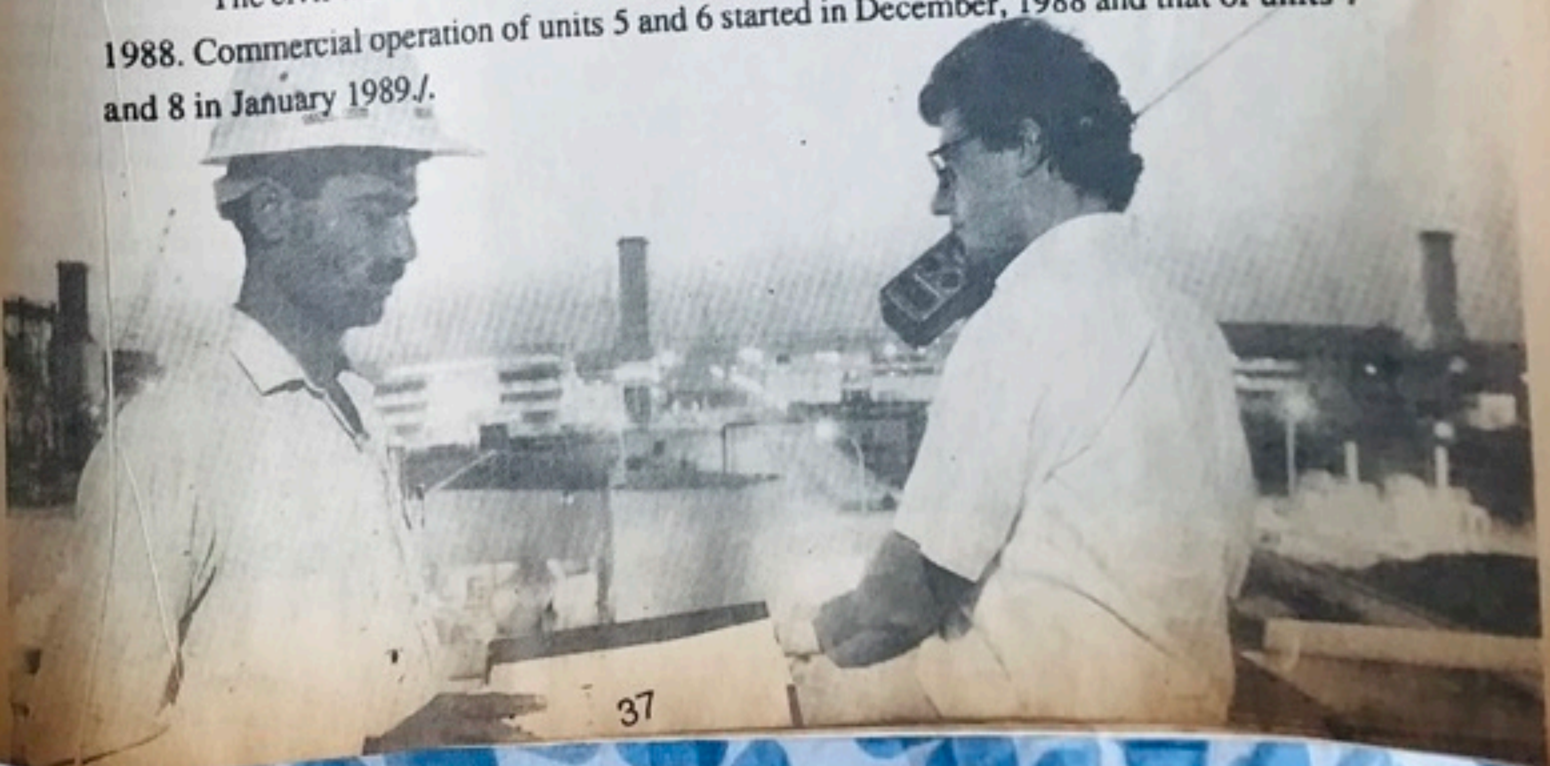

agreement, France is going to build a permanent scientific station in the heart of Antarctica (South Pole). Named "Dome C", this base will be set up at an altitude of 3,000 metres, 1,000 kilometres from the coast. It will enable researchers to examine the "ice archives" by taking core samples several thousand metres deep. Scientists will be able to read the history of climates (and pollution) in them, over a period of 500,000 years, Dome C will be situated beneath the famous hole in the ozone layer, whcse development will be followed more easily.

Space. "France is meeting her commitments within the European Space Agency by developing the programme for the Ariane 5 launcher, carrying out feasibility tests for the Hermes space plane and taking part in the orbital infrastrusture of Columbus. In July 1989, the prime Minister announced the construction of the Spot 4 satellite, intended for observing the earth, of which it will provide high resolution pictures.

The role of French biologists in the "Human Frontiers" programme should also be mentioned. This is a Japanese intitiative on the mechanisms of how the human brain works. It could have repercussions in the area ,of artificial intelligence and also in correcting problems of behaviour.

Finally,
France is taking part in the programme for describing the "Human genome", which carries heredity, whose complete understanding would open up new prospects for revolutionary medical applications such as for the detection and treatment of diseases genetic in origin.

This is one of the greatest adventures in contemporary biology.

Remaining Agriculture

insemination, which is practised in about a hundred centres, now concerns most of the cattle stock (21,500,000 head).

The food processing industry, which is either an extensin of agriculture or a section of industry depending on these case, holds an increasingly important position in the national economy, It is characterized by diversity : products of flour-milling, pasta, sugars, health foods, animal feed, etc.

More than 4,000 firms with a staff of more than ten are involved in this sector which has a total manpower of 400,000 people. BSN, Saint_louis, Lesier, etc. are groups that foreign competition has to reckon with. The turnover of the food processing industry, which is nearly 600 billion francs, presents a surplus trade balance of 23,5 billion francs, one of the highest in French foreign trade.

Agriculture benefits from constant support from the State. Of all the countries in the EEC, France gives the most subsidies to her farmers. This sometimes leads to some complaints from Brussels.

REMAINING CULTURE

rock and variety music with the creation of auditoriums' grants to musicians, etc.,

The new Opera-Bastille opened in spring and it is already a promising success, New classes are being created in the national conservatoires and independent companies are receiving aid. Measures encourage the reinsertion of former dancers into professional life. And the Music Fete, invented in France in 1981, is now celebrated almost all over the world.

Big Building projects are transforming the face of Paris, In the last few years the Orsay Museum, the Cite des Sciences et de l'Industries, the Arab World Institute and the Great Arch at la Defense have been inaugurated. The prestigious Louvre museum remains to be finsihed and the City of Music, still being built, remains to be opened. After that, work will gegin on the Bibliotheque de France (French Library) which will open to the public in 1995.

Books, French publishing is proud to offer one of the richest catalogues in the world. Reading is the main pastime of about 16% of French people. The prefer vnovels (52%) and history books (46%). In order to encourage writing and reading, books benefit from special econimic support. Writer's residences are being built, a sabbatical year is offered to those writing for young people and more and more grants are given for poetic creation. In 1989, the first Fete du Livre (Book Festival) was held with gusto, while the "Library for everyone" programme, aimed at covering France with a tight network of reading the effort undertaken against the remaining illiteracy which can still sometimes be found in the army, in underprivileged districts and in prisons.

REMAINING HEALTH

reform are to obtain better distribution, among the various establishments, of the means made available to them ; to redifine the missions and the organisaton of the system ; to give greater autonomy to those in charge (administrative staff, doctors ad nursing staff) ; and to improve the integration of the hosp'tal in everyday life by bringing it closer to mobile health care.

Social Security. This system, made up of several categories, was created in 1945 to insure the population against the main risks of existenc, Its income comes from two sources : aid from the state budget and private contributions. The general category of people in employment (13 million contributions and 40 million people insured) is jointly financed by the employer and the employee. In all, their joint contribution amounts to 46.6% of the salary.

Benefits are given for illness, old-age, family allowance and industrial accidents. This institution is always financially in the red and recovery plans to :fill in the hole" are periodically drawn up, But, for all that, the national insurance system that the French benefit from, is often envied abroad.

Remaining Basic Ind.

Germany, In this area, France regularly shwos a trade surplus, In 1990, it will amount to about 2%.

The industry of precision instruments consists of a few firms of international size (Essilor is the top firm in the world for optical instruments and glasses) and numerous small firms. It has integrated the scientific and technological achievements of numerous sectors : micromechanics, electronics, computer technology, etc. It devotes one of the biggest budgets in the whole of the industry to research and is expected to show a growth of 6% in 1990.

Textiles, clothing and footwear cover all the stages of production. Every year, the textile industryuses 600,000 tonnes of fibres, 2/3rds of which are synthetic with the rest being made up of wool (worked in the north) and cotton (worked mostly in Alsace).

These three sectors employ 280,000 people. If luxury goods maintain their prestige (Paris fashions), common prducts are directly hit by competition from the Third World. Hence a negative balance of trade in this area of activity.

Remaining High Tech

clean engine. Another sum of money a located for transport in general is to be used for saving energy and reducing harmful emissions in the atmosphere. For instance, it has been claculated that an improvement in the 30,000 traffic-light signals at crossroads would make it possible to save 450,000 oil-equivalent tonnes of energy every year and to heat 200,000 homes.

A few of the numerous creations of the Ecology-Industry include mercury-free batteries for domestic equipment, silent household appliances, the recycling of glass, plastics, cardboard and paper, the creation of a polyethylene (widely used plastic) which will reduce hydrocarbon emissions, processing of toxic liquids, and the creation of solvent-free paint not containing dirty minerals.

Big Chemicals and servicss firms, such as Rh[illegible]-Poulenc, La Française [illegible]

Remaing Cooperation

Mauritania ; Provision of emergency material after an earthquake in Algeria and tents in Niger to help cope with the influx of Touaregs, etc.

Without prejudicing the action already undertaken to help Third World countries, as a result of the changes in Eastern Europe Paris had to mobilize new means to help those countries.

The main lines of cooperation with Eastern Europe have been drawn up. France intends to play an active role in introducing a market economy there. Jacques Attali, President Mitterrand's special adviser has thus been appointed head of the European Bank for Reconstruction and Development.

France intervenes when it comes to distributing European food and agricultural aid to Poland and to Hungary. She trains executives for the economy and industry of countries which have rejected the commmunist regime. She creates grants for their students and sets up French or mixed firms particularly in East Germany and in Czechoslovakia.

AGRICULTURE 1990 : A COMPUTER ON THE FARM

The peasant, dressed in rags and bending over the soil as discovered by the Englsih traveller Arthur Young in the French countryside in 1789, is a thing of the distant past. The same applies to the "forgotten people" evoked by Balzac last century. He has been replaced by a new breed of peasant : farmers whose businesses are often run by computers and who read statistics about green Europe and studies on deficiency payments, instead of "La Veillee des Chaumieres" (Cottage evenings).

The silent revolution, which has transformed life on the land, gathered pace after the last war. In 1850, agricultural workers accounted for 64% of the working population. Today, they only represent 7% Whereas in 1940, a peasant provided for the needs of a dozen of his fellow countrymen, a farmer today feeds about thirty people.

Since 1945, the productivity of agriculture has increased faster than that of industry. In fact, farmers produce far more than is needed for the subsistence of the French. So, their major problem is to find other outlets for their surplus, and, as all Common Market countries are in the same boat ...

90%of the French territory is farmed. Arable land accounts for 33.3%, pastures 211.4%, vines and orchards 2.3% woods and forests 26.7% and fallow land 5%. France is the major agricultural power in the Common Market. It comes top for the production of wheat, wine, sugar, barley and beef.

The system of agricultural farming perpetuated in France is dominated by the smalholding. There are nearly a million such farms with an average area of 29 hectares. There is a tendency for these smallholdings to group together into cooperatives in order to buy a tractor to share, seeds or fertilizer at a wholesale price, etc. According to experts, in the year 2,000, there will only be 650,000 farms left, 360,000 of which will be full-time and 300,000 part-time.

Nowadays, French peasants have acquired the same economic and social standing as their fellow-countrymen. But, for all that, there is often a spectacular difference between categories. There is as much difference between a big-scale ssugarbeet producer in the North and amixed-farming peasant in the south of France, as between a top executive and a worker paid the minium wage.

In the last few decades, there has been a second agricultural revolution with mechanization (the total number of tractors has grown from 35,000 in 1939 to more than 1,500,000 today), with chemicalization (nearly 6 million tonnes of fertilizer are spead every year) and, above all, with biological growing and livesock-breeding.

This is the work of researchers with a world-wide reputation, particularly those at the National Agronomic Research Institute (INRA), whose work contributes to improving strains of plants (for instance with the introduction of hybrid maize, the creation of a new variety of wheat (the Choisy star), growing grass, etc.). These scientists also improve methods of livestock-breeding by using the progress of genetics, Articifical

CONTINUED ON P. 34.

A NEW BOOST FOR RESEARCH

(La Recherche : un nouvel elan)

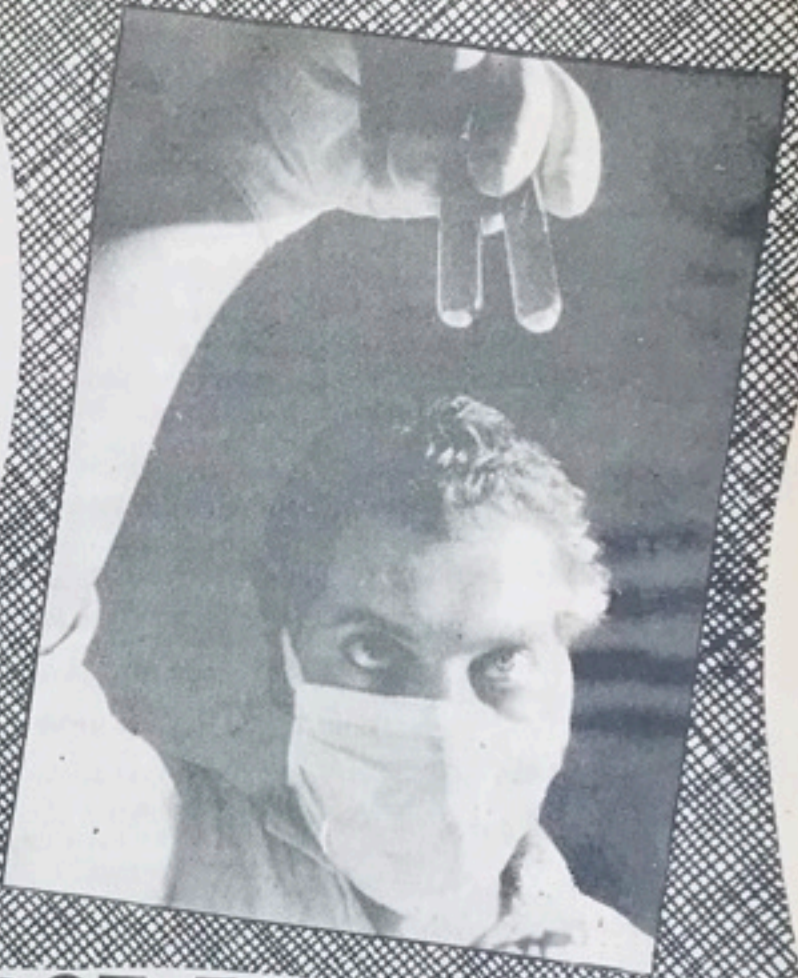

With 315,000 people, including 130,000 researchers, reserach in France has a great potential. The budget devoted to research in 1990 amounts to 2.38 of the gross domestic product.

Its finest show-piece is the National Scientific Reserach Centre (CNRS), created fifty years ago. Its purpose is to develop, direct and coordinate all kinds of research. The CNRS has more than 1,300 laboratories employing 27,000 researchers.

Other big research centres include the National Agronomic Institute (INRA), the National Health and Medical Research Institute (INSERM), the National Telecommunications Studies Centre (CNET), the National Space Studies Research Cent[illegible] (CNES), the Atomic Ene[illegible] Commission (CEA), the P[illegible] Institute (vaccines) and the Gustave Roussy and Curie Institutes (cancer).

The main trends in French research policy are aimed at : -giving value to scientific and technical achievements, particularly in the areas of data-processing, communication, space and microbiology.-developing research which will have repercussions on the economy and the needs of society : energy, genetics, biology. -intensifying cooperation between physicists, chemists and engineers, particularly in the area of new materials.

French research aims to be increasingly open to the outside world. The plan for modernizing the CNRS, implemented last year, provides, for example, for extended diversification in ways of working in partnership, by increased association with universities and firms, but also foreign countries.

A few examples include :

The fight against AIDS : on France's initiative, a certain number of countries have agreed to setting up a network for exchanging information. Researchers at INSERM are involved in collaborating with their opposite numbers in West Germany and Great Britain, particularly in trying to find anti-viral agents.

The technological EUREKA programme, launched by France in 1985m now extends beyond the framework of the EEC. France is taking part in 127 projects aimed [illegible] designing the industrial products and processes of the next millenium.

French researchers are involved in several world programmes concerning the environment. In 1989, the "planet Earth" conference was held in paris. 180 scientists of 40 different nationalities proposed setting up a World Observatory of the Globe and launching an international programme for defending the environment.

Polar research. With Australia's

TRANSPORT : ON THE WAY TO THE YEAR 2, 000

A high speed train (TGV) streaming across the countryside at 515.3 kilometres an hour and, on 18th May 1990, once again breaking the absolute world record for rail speed, which it already held, is the symbol of the excellence of French transport policy.

Transport of the year 2,000, which is the main branch of the Services with a staff of 500,000 (5% of the active population), benefits from an investment of 1,000 billion francs of public capital over ten years : 300 billion francs for roads, 350 for local thoroughfares, 75 for urban transport and the same amount for the Channel Tunnel. Nearly 150 billion francs will go to railways, 50 to waterways and 35 to air transport.

The French remain very attached to their motorcars. There are some 27.3 vehicles on the roads including 23 million private cars. Francs comes in fourth place after the United States, Japan and West Germany. The road network, which has many branches, is the densest in the world with 1,500,000 kilometres of roads : 28,000 kilometres of national ("A" standard) roads including 6,000 kilometres of motorway (11,300kilometres are planned for the year 2,000).

But the railways have not been ousted by planes or cars. On the contrary, they are experiencing a new boost. Every day, 13,000 trains run on the network made up of 36,000 kilometres of lines of the French national railway company (SNF). It employs 210,000 people and, every year, carries 800 million travellers and 140,000 tonnes of goods.

The TGV, a technological and commercial success, acknowledged abroad, puts Paris four and a half hours away from Marseilles. Soon Bordeaux will only be three hours away from the capital. The TGV already serves more than 25% of all railway traffic.

France is the homeland of famous pioneers in aviation and she holds a choice position in Air Transport. Faced with competition from gigantic American companies and expanding Asian companies, it has to undergo reorganisation in order to meet the callenge. An example of this is the reorganisation in order to meet the challenge. An example of this is the merger between Air Francs, Air Inter and U.T.A., which took place in early 1990.

On international lines, Air France, the national company, has a turnover of 32 billion francs and carries 15 million passengers and 670,000 million tonnes of freight. It employs 37,000 people in its 210 stopovers i 79 countries. Its fleet has 113 aircraft including 7 Concordes and 35 Boeing 747s.

Air Inter has so far only had a metropolitan vocation. Its turnover amounts to 75 billion francs. It has a staff of 8,830 and 52 aircraft including about thirty Airbuses. UTA (Union des Transports Internationaux), a private company with a turnover of 6.2 billion francs, serves 43 stopovers in 36 countries and has a fleet of 13 aircraft including 7 boeing 747s.

The Merchant Navy is experiencing some problems owing to the fall in world traffic (particularly oil transport), the sharp rise in running costs and increasingly stiff competition from foreign shipping companies with lower costs. In 1978, there was a gross registered tonngage of 12 million tonnes, but today it only amounts to 4.1 million. The fleet consists of some 800 vessels belonging to 47 companies.

The turnover of the merchant navy amounts to 15 billion francs. The sector has a sailing staff of 12,530 and a sedentary staff of 6,500. 210 million tonnes of goods are imported and 75 million tonnes exported by this means of transport. The traffic is carried out by about forty ports the most important ones being Mareilles, Le Havre, Dunkirik, Nantes - Saint - Nazaire, Rouen and Calais.

Compared to Benelux or West Germany, transport on the waterways in France is mediocre. This is due to the lack of wide gauge waterways (2,000 kilometres of canals) and the decrepit installations. But there is a renewal of activity in this area and traffic which, in 1955, amounted to 50 million tonnes of goods, today exceeds 80 million tonnes thanks to a big works programme with a wide gauge link between the Mediterranean and the North Sea and work on the Rhine and the Moselle, etc.

We are

Manufacturers, Exporters, Contractors, Suppliers & Prequalified Contractor of Health Deptt. Of:

Surgical Gauze, Surgical Bandage, Hospital Linen Cloth, Hospital Garments. Uniforms of Armed Forces.

Contact:
M/S
Al-Qadri Trading Corp (Regd)
(Member of Chamber of Comerce).

Head Office:
6th Floor Aiwan-e-Auqaf. P.O. Box No. 2441, G.P.O. Shahrah-e-Quaid-e-Azam Lahore, Pakistan. Phone: 54729

TRANSPORT : ON THE WAY TO THE YEAR 2,000

BASIC INDUSTR -IES

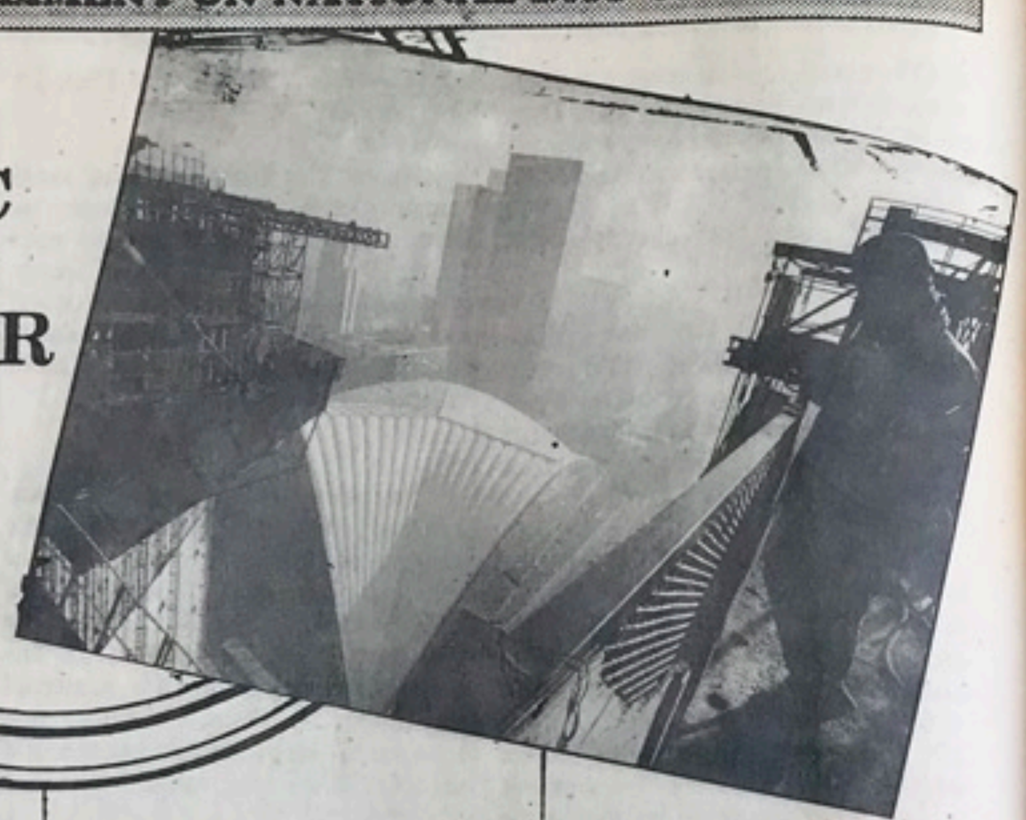

BASIC INDUSTRY : ON THE UPWARD SLOPE
(L' industrie de base " sur la pente ascendante)

"When building goes well, everything goes well", so the saying goes. Well, the building sector, the star performer of French industry, the fifth most important in the world, is doing fine.

Industrial production is on a rising slope : never since 1973 have industrialists had their machines turning out so much, the National Statistics Institute assures. Figures indicate that 1990 will be a good year with 3% growth.

The automobile industry, over a hundred years old, is the fourth world producer after Japan, the United States and West Germany. It has two big, equally important firms : Renault, which is nationalized, and PSA (Peugeot-Citroen) which is private. In all, it employs 300,000 workers.

The French automobile industry has made a great effort at rationalization which has led to a considerable fall in staffing. After years of difficulties, it has once more achieved a globally positive balance-sheet. In 1990, the number of cars registered in France is expected to rise by 1% (75% of households have car). Production will reach a new record with 3,855,000 private cars and utility vehicles France sells more than half of her production abroad.

The iron and steel industry, with a production of 19 to 20 million tonnes a year, stands in 8th position in the world. After reaching its peak in 1974, it has regularly been declining. French steel is manufactured by the only nationalized group, Usinor-Sacilor. The iron and steel business had picked up with surplus results in 1988/89. According to forcasts, it is expected to experience a slowdown of around 6% in 1990, as a result of the fall in demand.

Mechanical industries, which are highly diversfied, (from very big equipment to clockmaking), account for about 10% of the turnover of French industry. They number 6,500 firms and a work force of 500,000. The mechanical industry has been on the road to recovery since 1987/88/89. It is expected to continue in this direction in 1990 and to progress by 4.5%.

As in other western contires, shipyards have had to reduce their capacity of production, but they have retained a wide range of products, from methane tankers to trawlers.

In 1955, there were 16 big and medium-sized shipyards employing 40,000 people. Today, there is only one big one left, Saint-Nazaire, another, medium-sized one, Le Havre, and four small ones. The total workforce is 7,500 people. Over the last two years, there has been a slight improvement in Frnance and a growth of 13% is expected in 1990.

Building and public works figure among the big national employers. This sector is expected to show a growth of 3% in 1990. The building sector employs nearly a million workers. Its activity is mainly based on the construction of housing.

Public works carry out big building projects. There are 5,000 firms employing 260,000 people. The major firms : Bouygues, SGE, SAE, Spie-Batignolles and Dumez have earned an international reputation with their big building sites all over the world.

For electrical material (generators, turbines, signals, transformers, elevators, lighting materials, etc.) France is the fourth largest producer after the United States, Japan and West

CONTINUED ON PAGE 35

High-Tech Industries Ecological Awareness

(Les industries de pointe : la deferlante verte)

For a number of years, remarkable results have been obtained in certain advanced technology industrial sectors turned towards innovation. These high technology industries put France in a good position in international competition.

Aeronautics and aerospace. France was pioneer in aviation and she has managed to maintain a dominant position. she rivals the United States and the Soviet Union in this sector which is one of France's most brilliant national industries.

Its past achievements (Caravelle, Concorde) are todya matched by commercial success obtained in the framework of exemplary European coopeation in carrying out civil programmes (airbus). French helicopters and military aircraft (mirage) equip numerous armies. In the area of space, the European rocket Arian, launched on France's initiative, is a success.

This industry, which is concentrated around Paris and in the South-West, employs 120,000 people and numbers about a hundred firms, some of which are large. The biggest and most important one, Aerospatiale, which is nationalized, also manufactures missiles. Dassault is specialized in jet engines.

Aeronautics and Space, which produce a considerable commercial surplus (30 to 40 billion francs) will show a growth of 11% for 1990, just as in 1989.

The electronics industries group together manufacturers of professional materials (telephone, telegraph, radiology, electronic tubes, components, semi-conductors, etc.) and material for the general public (radio receivers, televisions, sound and picture recording and reproducing equipment, etc.)

In 1990, this ector is expected to increase by 3%. Its growth comes from the damand for new products and the development of new telecommunications techniques, such as telephone equipment (+ 6% in 1990). All this is to the advantage of firms such as Alcatel, Sagem, Matra and Thomson.

The latter firm has gone into partnership with the Dutch firm Philips to devote 20 billion francs to research on high-definition television, in the framework of the European "Eureka" Project. Rita, a sophistricated telecommunications system equipping the American army, is the child of engineers at Thomson. The spectacular success of the Minitel teletext system, a kind of interactive home computer, should also be pointed out. It is now found in 63% of French homes, placing Frnance top in the world in this domain.

The French arms industry eimplys 300,000 people. For France, which is th third biggest exporter after the Soviet Union and th eUnited States, it accounts for 5% of her total exports.

An overview of France's high-tech industries would be incomplete without a reference to "green industries", which, through their technologies and products, aim to protect the antural environment. This is a fully developing sector with a future whose turnover in 1988 (the last known figure) amounted to 77 billion frances nearly 2% of the Gross Domestic Product.

Of the 4 billion francs allocated to the automobile industry, for the 1990-1994 period, (a third of which is directly financed by the government), a good part will be spent on developing a

CONTINUED ON PAGE 35

(La Communication : Concentration et Diversification)

Since the last world war, the situation of the press, ill-treated by radio, and then by television, has undergone profound changes. In 1939, there were 200 dailies. Today, there are only 82 left. However, there is a burst of specialized magazines covering all areas of human activity.

One French perosn in two readds a daily (compared with two out of three) in 1939). Some eight billion copies of newspapers and periodicals are sold every year for a turnover of 50 million francs.

For the most part, there are 10 national dailies and 77 regional ones, with a daily circulation of 10 million copies.

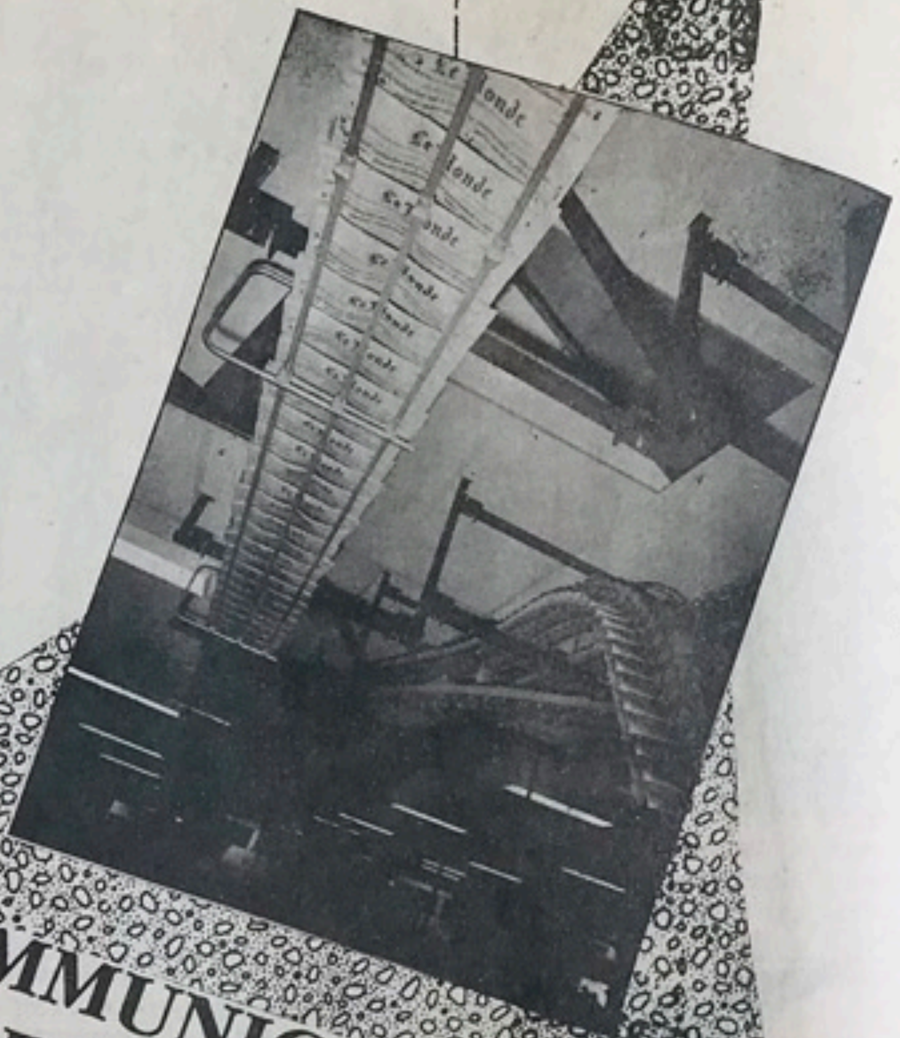

COMMUNICATION : CONCENTRATION AND DIVERSIFICATION

The most spectacular change in the press lies in numerous papers being owned by the same group. Thus "Le Figaro", "France-Soir" and "Le Progres de Lyon" come under the banner of the Harsant group which also has several other newspapers and magazines with a wide circulation, and "Le Journal du Dimanche", "Elle", etc. belong to the Hachette group.

The national press is dominated by five dailies : Le Monde (whose readership extends beyond the national boundaries) took first place in 1990 with 1,594,000 readers, ahead of Le Parisien Libere, Le Figaro, Liberation and Frnance Soir. In the Provinces, Ouest-France has the biggest readership: 2,347,000 nearly double that of La Voix du Nord, Sud-Ouest, and Le Dauphin Libere.

If there is a decline in the daily press, there is an upsurge in periodicals. News magazines, such as "Paris-Match", "Le Figaro Magazine", "L' Express", "Le Point", "Le Nouvel Observatieur", and "L'Evenement due Jeudi", offer a round-up of world events. And specialized periodicals come to suit all tastes, with 15,000 different titles, including 1,250 weeklies.

France has the oldest press agency in the world : AFP. It was created in 1835 and is the senior of the four big international agencies. 950 journalists,

in 129 countries, write some 3 million words in 6 languages, every day, They are helped by 2,000 piece-work writers. Nearly 150 photographers take 50,000 picutes a year. AFP's 12,500 subscribers directly or indirectly inform two billion people.

The Audiovisual sector. The objectives of audiovisual policy are to ensure the plurality and transparency of the rules of the game, to encourage quality programmes and to give a boost to French creation.

The are 28 million television sets in France. The number of households to have one is 82%. There are are three public channels : Antenne 2,FR3 and Le Sept, which receive the licensing fee of 552 francs for a colour television and 355 francs for a black and white set which every owner of a television has to pay. Four channels belong to the private sector : TF1, Canal Plus, La Cinq and M6.

Radio. The French national radio company, Radio France, broadcasts on six different networks on a broad wave band : France Inter, France Culture, France Musique, FIP, Radion Bleue and France Info. Radio France. Internationale (RFI) has been independent since 1988.

Peripheral radio stations, which live from advertising, have set up their transmitters at the frontiers : Radio-Tele Luxembourg, Europe N* 1, and Radio Monte Carlo. Since the early 80s, the number of local radios has been increasing. The are scattered throughout the French territory and authorized to broadcast on the FM network. There are close to a thousand of them.

A Higher Audiovisual Council (Conseil Superieur de l'Audiovisuel (CSA) makes sure that the mission of general interest of the public and private sectors is respected. The Counsel consists of nine members chosen by the highest state authorities. It appoints the presidents of the public companies, negotiates their obligations with private operators, authorizes the use of calbe networks and shares out satellite channels among operators.

The CSA has control of advertising programmes, draws up the rules concerning electoral programmes and sees that children are protected. It has the power to impose sanctions by temporarily suspending a programme, imposing a fine, or withdrawing the licence to broadcast.

REMAINING INTERVIEW OF IJAZ UL HAQ

these loan as our Government has initiated the polices of self reliance and for the development of industrial sector many other policy are being formulated too and I hope that by these polices we will get rid of burdening loans and our Pakistan will be prospered and in employment will be checked very soon. In this deteriorating economic situation the politicians as well as public should come forward and subsides the Government so that the worsening plight may be handled. Doing so the poor masses of this country will leave the sigh of relief and every individual of this country will seek the prosperity and good luck and this is the endeavour of Government to improve the plight of miserable people would you allow the industrialists to have a right of hire and fire being a minister for labour ?

When I assumed my charge as a minister since then I have met all the employers and employees as well throughout the country. In this context I have toured all the four provinces to create the sense of cooperation between employers and employees.

Q. All the former ministers who taken up the charge of this seat have never announced the labour policy would you formulate the labour policy and when the announcement will be make ?

A. Well, Qadri Sahib we are soon announcing the labour policy according to the wishes of people, might be the sooner than the publication of this interview.

Q. Would you tell us about the Asian and Atlantic countries conference ?

A. I have recently visited China very successfully I met their minister for labour of many countries and for this conference I have been elected its vice chairman. More the 33 advices have been propounded on the part of govt. I personally met the premier of China in this way participating the conference I have raised the honour of Pakistan in the eyes of other countries.

HEALTH : PREVENTION FIRST

(La Sante : prevention d'abord)

When French People are asked which values they feel the most strongly attached to, they reply : "to preserving health first of all, through good social protection". The result of this is that their life expectancy, which was 47 years in 1900, is 76 today, In thirty years, infant mortality has fallen from 37 per thousand to 8 per thousand.

In the country of Pasteur, one does not stint on spending on health, with more than 500 billion francs in 1989, or 8,920 francs per person (an increase of 8.9 % over the previous year). In 1990, the main trends in health policy will be based on four objectives : intensifying prevention; affirming patients' rights through better information; building the hospital of the future; and renovating medical care while encouraging free access.

The French medical corps is made up of 175,000 doctors, 39,700 dentists, 36,000 physiotherapists and masseurs,, 5,000 chiropodists, 9,200 speech thrapists, 295,000 nurses and 13,500 midwives,

In prevention, there are priorities which the Minister of Health presented to the Cabinet last March. These are : cancer screening, the fight against smoking and alcolism, and limiting the consumption of tranquillizers.

Cancer. The funds allocated for the early detection of cancer of the breast, the colon, the rectum and the cervix, have been doubled from one year to the next.

Smoking. The action undertaken in this area above all concerns young people. 60% of smokers started at the age of 13. a bill to ban tobacco advertising was presented to Parliament last spring.

Alcoholism. Another bill aims at further limiting advertising for alcoholic drinks. A reform of the laws concerning places selling alcohol is being examined in order to offer greater protection to young people under 16. It is accompanied by a ban on selling alcobolic drinks from automatic vending machines.

Tranquillizers. The French consume four times as many tranquillizers as other Europeans. It is thus necessary to put a time limit on prescriptions. Legal measures will make it compulsory to have a medical consultation before such a prescription is issued.

In the fight against AIDS, France quickly became one of the leaders. In 1983, Professor Luc Montagnier's team was the first to isolate the HIV virus. Last March, great progress towards hope. Thanks to the antibody which they discovered, if confirmed by laboratory tests, it would be possible for people who were seropositive, or "health carriers of AIDS", not to develop the disease.

France has set up an important network of emergency medical aid, SAMU, which coordinates all the operations of immediate aid. 24 hours a day, in answer to a phonecall, it sends out ambulances, doctors and nurses. Each Samu is attached to a SMUR which has resuscitation vehicles, helicopters, planes and boats.

For organ transplants, the France-TRanplant association, founded in 1969, centralizes all requests for grafts in order to find the organ compatible with the receivers. Last spring, fragments of bone marrow taken from a woman donor in Besancon, in the east of France, were brought, in record time, to the United States. The purpose was to save the life of a heroic Soviet helicopter pilot, aged 52, Anatoly Grishenko, suffering from leukaemia, after flying over the site of Chernobyl in 1988 for the first time, by giving him a marrow transplant of rare compatibility.

Hospital reforms will be voted in Parliament at the end of 1990. The evolution of demand for health, medical data and new technologies have to be considered.

Some of the objective of the

CONTINUED ON PAGE 35

CULTURE IN ALL ITS FORMS

The priority given to culture by ..e Government is represented, in .?90, by the 7.6% increase in the ..dget devoted to it which thus ..ounts to 10.4 billion francs. The ..ain areas concern the heritage, ..seums, creation and teaching the ..s,

France's cultural heritage is made .. of 30,000 buildings and objects ..ed as "historical monuments", four ..llion works of art, 20,000 ..cheological sites and 400,000 reels of ..m, plus the photographic treasures ..cumulated since Niepce and Daguerre. ..is wealth has to be protected and ..omoted, and this is the purpose of the ..eritage plan", launched in 1986.

Museums, In eight years, the ..umber of visitors to French museums ..s grown from 10 million to 14 ..llion. The Eiffel Tower is no longer .. most visited monument, It has been overtaken by the Georges Pompidou Centre. The Grand Louvre follows close behind with 19,000 visitors a day. The Musee d'Orsay, devoted to 19th century art, receives over 10,000 visitors.

There has been a revival in provincial museums, of which there are about a thousand. Their funds have been doubled in 1990 and they are keen to improve reception facilities, especially for children and for the handicapped. They are also coming outside with travelling exhibitions on buses and lectures in hospitals and prisons.

Help for theatres is aimed at decentralizing the dramatic art, aiding creation, reorganizing the national theatres (Comedie Francaise, Odeon, ...) and promoting tours for theatrical creations.

Cinema. 42% of French people aged over 15 to to the cinema at least once a year. The plans for boosting the 7th Art (advance on receipts, aid for writing scenarious, and a 50 to 70% State guarantee for financing ambitious films) are bearing fine fruit. One of the best actors of the time, Gerard Depardieu, won the "Palme d'Or" at the last Cannes Film Festival for his rendering of "Cyrano de Bergerac", directed by J.P. Rappeneau.

To the east of Pairs, at Joinville-le-Pont, where the first film studios were created at the beginning of the century, a competition was launched in 1989 to create a Cinema City, offering directors six sound-stages in an area of 6,500 m^2.

Music and Dance, The panorama of musical production is filled by performances by lyrical theatres and festivals. In addition to the big national orchestras, such as the Orchestre National de France and the Orchestre de Pairs, there are 14 regional symphony orchestras, State aid also goes to jazz,

CONT ON PAGE 34.

In the home, the biggest part of the budget is spent on food (20%) but it is falling considerably (26% in 1970). Spending on the home is almost as high :19% compared with 15.3 in 1970. However, the French spend less on clothes : 6% of their budget compared to 9.6 twenty years earlier.

They quickly adapt to new machines and applicances which invade their everyday world, according to surveys. They use the phone a lot : only 12% of people still prefer to write a letter rather than make a phone call.About 20% keep up a private correspondance of more than 20 letters a year.

Every French person devotes between half an hour and an hour to reading every day. 130 minutes are spent listening to the radio (more than 1,300 FM stations). The taste for music is rising strongly with the use of the "walkman", the car radio and the stunning breakthrough of the laser disk. Museum attendance is rising constantly, and theater and private auditoriums are often full.

However, the French go to the cinema less, and yet the have never seen so many films, but the watch them at home on teleyision : 95 % of households have a t.v. set. Particularly since the development of cable television which brings them programmes from about twenty French ad foreign channels. Sales of video-cassettee-recorders and cameras are bomming. The success of the pay channel, Canal Plus, should also be stressed : 2,700,000 subscribers in 1989.

The French devote an ever increasing part of their budget (35 % for single people of 35) to cars, leisure activities, holidays and eating out.

France remains the country of good eating "which can go together with all the other pleasures and remains the las, to console us for the loss of the others",. wrote the gastronomer Brillat-Savarin. In the taste of French, the "chicken in the pot", to which Henri IV was so strongly attached, has been ousted by the leg of lamb and cock in wine. Their favourite drinks are Claret and Champagne, and as for cheese, of which there are 350 different varieties, camembert still remains the favourite. The most highly esteemed dessert is strawberry charlotte, ahead of Viennese pastries and chocolate mousse.

School The Top Priority

Recent surveys show that school is the institution in which the French have the most confidence, even if schools, parents and teachers display their dissatisfaction now nad then, complaining of there being too many pupils to a class and calling for new premises and more teachers.

It is ture that numbers of pupils keep increasing. At the beginnning of the last school year nearly 14 million students (a quarter of the population) were received in the vaious establishments, and secondary schools (lycees) had an intake of pupils up by 85,000 on last year.

In 1985, barely 45% of young people aged 18 were still studying. In 1990, there are 60%. The French Dapartment of Education is creating more and more teaching posts with a view to having 1,250,000 teachers in 1990.

Educatio in France is free, and compulsory until the age of 16. It is divided into three periods : kindergarten from the ages of 3 to 6, then primary school till the age of 11, and then the various systems of secondary education leading to the baccalaureat (higher secondary school certificate). From 1959 to 1967, the success rate at this examination was about 60%. In 1989, it beat its record with 75.5% of pupils passing the baccalaureat. A success rate of 80% is expected before the year 2,000.

Things are moving in French education. This year saw the application of a law to guide education in a new direction. Over 170,000 primary school children had their level assessed in reading, writing and arithmethic, with the aim of giving extra tuition to those who need it. The "computer plan" is being developed and pupils are becoming familiar with micro-computers. Student-delegate concils are also spreading in schools.

In addition to state education, there is also private schooling. It receives a grant from the State and is attended by about a quarter of school-age children. A considerable proportion of the French population feels attached to the system to the extent of demonstrating in the street, if necessary, to defend the private sector when it appeared to be threatened.

Higher education. A quarter of young people aged 20-24 continue their studies after the baccalaureat. These students, who number 1,200,000, go to university, preparatory classes for admission to the elite "grandes ecoles", or to specialized higher training etablishments.

French universities receive just over a million students. The greatest number of them are drawn to studies in Arts and Medicine, but Law and Economics also have a good following. Every year, universities award more than 100,000 diplomas and degrees.

Specialized studies, particularly in business-related subjects, are experiencing tremendous expansion. thus in university institutes of technology (IUT), in 1960, there were fewere than 8,000 people studying for a diploma in higher technical studies. Today, there are 130,000. In commercial studies, there are nearly 30,000 students now, whereas in 1960, there were only 5,000.

In the European Community, France comes in first place for receiving foreign students. The latest figures known are 132,000 in 1986, that is to say 13% of the total.

As can be seen, school and education are the top priority in France. Moreover, the state budget devotes its biggest share to it : 20% in 1990.

(*) Alain Kimmel : "Vous avez dit France ?" published by Hachette.

MANUFACTURERS & SUPPLIERS
Of All types of Cotton textiles and textile articles:-
Bedding Clothing, Dressing Material, Hospital Garments, Uniforms of Armed Forces. Towels, Bed Sheets, Blankets Wollen, K.T. Cloth,Febron etc.
for business dealings contact:
M/S Al-Qadri Trading Corporation (Regd)
P.O. Box No. 2441, G.P.O.
6th Floor Aiwan-e-Auqaf.
Shahrah-e-Quaid-e-Azam
Lahore, Pakistan.
Phone: 54729

THE FRENCH POPULATION THE BIRTH-RATE. A NATIONAL EXIGENCE

There are 56 million French people today, that is to say 6 million more than 20 years ago. France has 1 % of the world population and 17 % of that of the European Community. Three of her neighbours have a greater population than France : West Germany (61 million), Italy and the United Kingdom (57 million),

From the middle of the 19th century, a certain fall in the demography can be noted. The fertility index (1.9 babies per woman of child-bearing age), is insufficient to ensure a renewal of generations. "The birth-rate is becoming a priority and a national exigence", the French Minister of Finance, Pierre Beregovoy, recently declared.

Attempts to reverse the trend are being taken with the introduction of numerous measures to favour births.

At the same time, there is a considerable ageing of the population as a result of a big fall in the death-rate (10 per thousand), one of the lowest in the world. Thanks to medical progress, the average longevity for men is 72.3 years and 80.6 years for women. In 2020, the country will have one citizen aged over 60 for every two aged between 20 and 60.

For a long time, the surplus among immigrants compensated for the fall in the birth rate, but, since the 70s, it has been growing closer to zero rate. After thirty years of prosperity, difficulties are cropping up on the labour market, complelling the government to take measures to put an end to illegal immigration.

The foreign population numbers 4.4 million people, that is to say 8% of the total population. In France, a traditionally welcoming country, it is estimated that one citizen in three has his roots abroad. Few French people leave the country : 1,500,000 French people live abroad.

70% of the immigrant population is made up of six nationalities : portuguese (850,000), Algerian (725,000), Moroccan (560,000), Italian (380,000), Spanish (350,000),and Tunisian (225,000).

The French territory is sparsely populated with 102 inhabitants pet square kilometre (the EEC average is 160 inhabitants to the Km^2), The geographical distribution is very unequal. In 50 years, the Grench have become city dwellers : 75% of them live in towns of over 2,000 inhabitants. Three conglomerations have over a million people : paris, Lyone and Marseilles. Thirty-six cities have more than 100,000 inhabitants. And the phenomenon is growing, particularly in the paris area whose capital suffers from overswelling, despite efforts at decentralization.

Employment. Two thirds of French people have a professional acttivity, or are preparing for one in teaching establishments. Just over 24 million people are in active employment, accounting for 43% of the population. This figure is falling owing to the extended period in education and in the increase in longevity.

There are now only 2 million agricultural workers compared with 5 million in 1955. However, the number of people in liberal professions and higher executives have quadrupled in thirty years and the number of office workers has grown faster than factory workers.

At the moment, there are between 2,300,000 and 2,400,000 people seeking work, or 9.5% of the active population. The government has been making an all-out effort to tackle this problem by launching an "Employment plan" in 1988. For a year now, there has been an upturn in employment. At the beginning of 1989, 250,000 job-seekers found work.

This relative improvement is due to a better economic climate, together with some twenty measures mainly aimed at encouraging firms to take on staff, particularly by lowering the cost of employment by offering relief from employers' contributions for firms which agreed to sign "solidarity employment" contracts for young people, long term unemployed people and those aged over 50.

THE FRENCH IN THE 90s : NEW VALUES

(Le Francais 90 : des valeurs nouvelles)

A somewhat parochial homebody, wearing a Basque beret, with his long French loaf under his arm, is the traditional view of the Frenchman seen by the foreigner. But today, it is difficult to find one to fit this description.

The new values of the French are reflected in the priority given to self-fulfilment, personal creation, the fitness of the body and the development of leisure. And this is to the detriment of social or political commitment, as borne out by the fall in members of trade unions.

The French and money. Their position towards the economic world and particularly money has changed considerably.In this old Catholic country, impregnated with rural traditions, it is no longer a sin to earn money. For sociologists, this is one of the major changes which have occurred in attitudes, If a man has become rich, starting from nothing, it is because he has worked hard, 69% of those questioned consider, while only 13% reproach him for not having always been honest. Thirty years ago, the opposite was maintained.

The French are getting richer. The French, following the old habit of the peasants that they were for a long time, are very discreet about the amount of their wealth. However, studies make it possible to establish that in 1990, the average heritage of family was around 600,000 francs (380,000 in 1980), with big differences according to the socio-professional category.

The unprecedented success of the Popular Savings plan (PEP), launched in 1989, attests that the French do save. They also readily invest in real estate (more than half of French families own their homes). And more and more of them are ready to risk their savings in chancy investments since the 80s, the Stock Market has been very popular, despit the 1987 crash.

The Furnch gamble a lot on the Lottery, Loto, and the horses. Some 25 million players, that is to say one cotizen in two, spend 30 francs a week hoping to win the jackpot.

FRENCH INSTITUTIONS : A STRONG EXECUTIVE POWER

Throughout her history, France tried out a number of different kinds of regimes and finally found her equilibrium in Parliamentary Democracy. In less than two centuries, she has lived through sixteen constitutions whose principles were inherited from 18th century philosophers. With the 5th Republic, a semi-presidential kind of regime, implemented by General de Gaulle, has taken root in the institutions.

The Executive Power. Since 1962, the French president is elected for seven years by universal suffrage. Under the previous regimes, the president's function was, above all, honorary, whereas in the 5th Republic,' the president plays a leading role.

As a Guardian of the Constitution, he sees that the public authorities operate correctly. As head of the armed forces, he guarantees the integrity of the territory and the respect of treaties. He appoints the prime Minister, signs ordinances and decrees, promulgates laws and presides over the Cabinet.

The president can call for a referendum for any bill dealing with the organisation of the public authorities. He has the power to dissolve the National Assembly. He makes appointments to civil and military positions, accredits ambassadors and directs foreign policy. In case of serious threat, he is able to use exceptional power. In such a case, article 16 allows him to rule by decree. Parliament would then sit with full rights and the National Assembly could not be dissolved.

Between 1986, there was a re-balancing of powers between a socialist President and a Prime Minister he had had to choose in the opposition. This was a period of cohabitation. But since his re-election in 1988 and the formation of a government with a socialist majority, the president has regained all his prerogatives.

The government at present consists of 48 ministers whose functions are incompatible with any parliamentary mandate. It is headed by the price Minister who determines and leads the policies of the Nation. He has the Administration and the armed forces at his disposal and he is responsible before the National Assembly.

The Legislative Power. Parliament is divided into two chambers : the National Assembly and the Senate. The former groups together 577 deputies, elected by universal suffrage for five years. The Senate, in which 305 senators with a minimum age of 35 sit for five years and are renewed a third of them at a time every three years, is a chamber for reflection and proposals. As a last resort, in case of disagreement with the Senate, the Assembly's decision predominates.

The Right to Vote This, of course, is the keystone of any system of liberal democracy as in France. Suffrage, which is the expression of the sovereignty of the people and which, in France, was established on 5th March 1848, is universal. It is granted to all French people without any kind of distinction. It is a free and secret ballot and there are, of course, several candidates.

The Constitutional Council. The nine members of this major institution are elected for nine years, one third by the Head of State and two thirds by the presidents of the two assemblies. Formber French Presidents are on the Council by right. The Council makes sure that laws are constitutional and elections honest. It makes its decision with sovereign rights if the president of the

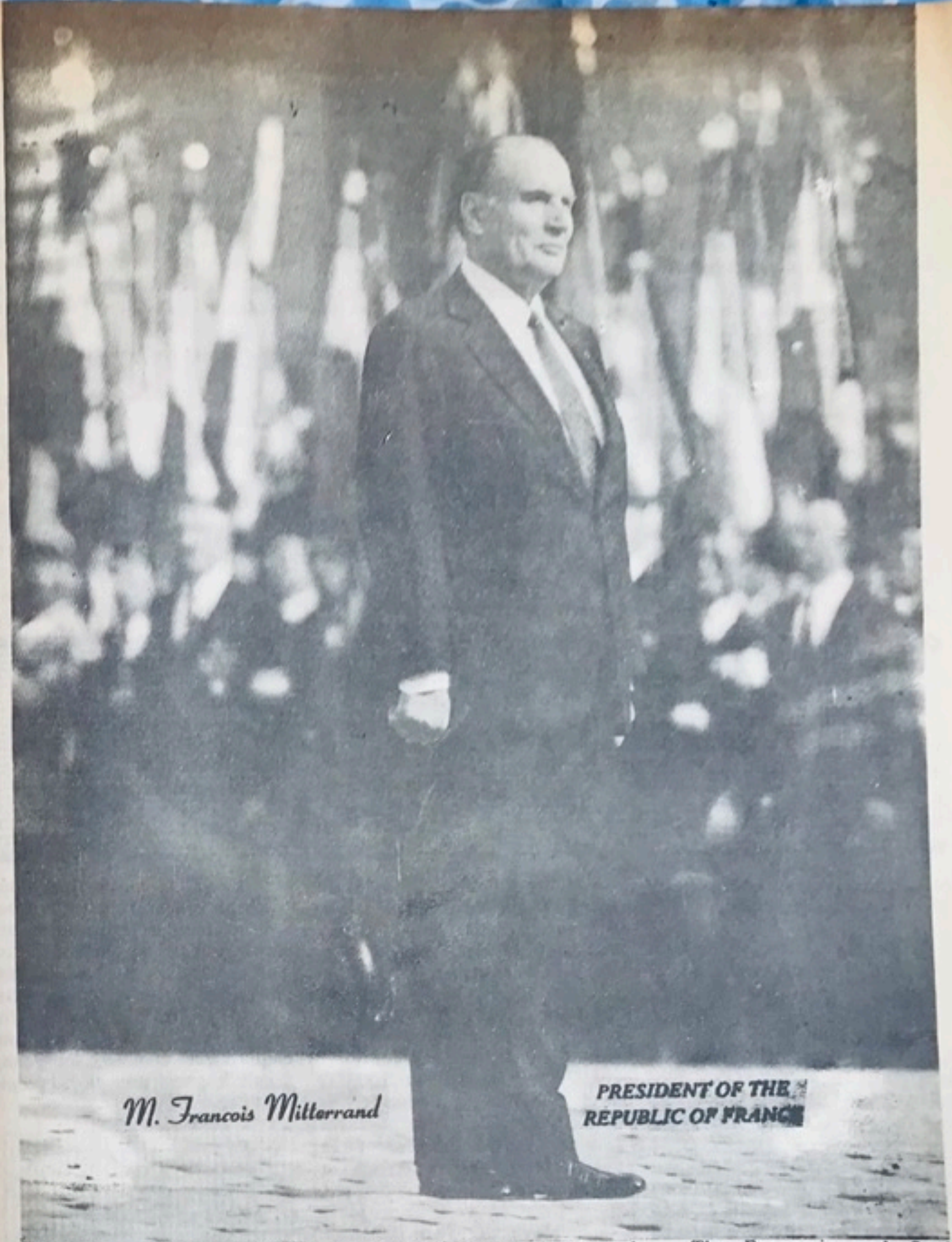

M. Francois Mitterrand

PRESIDENT OF THE REPUBLIC OF FRANCE

epublic is prevented from doing so. can only be appealed to by the Head f State, the Prime Minister, the residents of the two chambers and he deputies or senators when at least sixty of them call for it.

But there may one day be an innovation. In accordance with a wish expressed by the Head of State, the Minister of Justice recently presented a bill to extend the Power to appeal to the Constitutional Council to ordinary people seeking justice. This reform would offer every citizen the possibility of himself contesting the conformity, to the Constitution, of legal dispositions which he considers go against his basic rights.

The Economic and Social Council is made up of 230 members, two thirds of whom are appointed by professional organisations and one third by the Head of State. It gives its opinion on decisions to be taken on economic and social matters.

BIO - DATA

M. FRANCOISE MITTERAND
President Of France Republic

Francois MITTERRAND was born on 26 October 1916 in Jarnac (Charente). His father was then employed by the Paris-Orleans Railway Company.

He holds degrees in Law, Humanities and Political Science (he studied at the University of Paris) and is a lawyer by profession.

Called up in 1939, wounded, taken prisoner by the germans in 1940 and transferred to a camp in the middle of Germany, he escaped successfully at his third attempt in 1942. On his return to France, he immediately joined the Resistance. Sent on missions to London and Algiers -where he was received by General de Gaulle - he was keen to return to occopied France to continue the fight there, which he did on 26 February 1944. In the underground movement, General de Gaulle appointed him General-Secretary of prisoners of war, deportees and refugees. In this capacity he took part in the Provisional Government's first Council meeting in liberated Paris on 27 August 1944.

After the war, he founded the National Movement of war prisoners.

In 1945, Francois MITTERRAND joined the Union Democratique et Socialiste de la Resistance (UDSR), formed out of various Resistance movements. In 1946, he was elected Deputy for Nievre. He remained a Member of Parliament for this deparment until May 1981, except for four months in 1958. He represented Nievre in the Upper House, the Senate, from 1959 to 1962. Also active in local politics, he held nemerous local elective posts including those of Mayor of Chateau-Chinon (from 1959 until he became President), General Councillor of Montsauche, President of the Association of Mayors and President of the Nievre General Council.

During the twelve years of the Fourth Republic (from 1946 to 1958), Francois MITTERRAND held office in several Government. In 1947, at the age of thirty, he was the youngest Minister for a century. His ministerial action was marked by a number of initiatives heralding the decolonization of black Africa from 1950.

In May 1958, Francois MITTERRAND opposed the moves which led to General de Gaulle's return to power. He became one of the main leaders of the Opposition.

At the 1965 presidential election. he was the sole candidate of the Left. He won 32% of the votes cast in the first ballot and in the second, on 19 December 1965, when General de Gaulle was reelected, 45% of the electors voted for Francois MITTERRAND.

On 16 June 1971, at the Epinay Congress, Francois MITTERRAND was elected First Secretary of the Socialist Party, an office he retained until 1981. In June 1972, on behalf of the Socialists, he concluded an agreement with the French Communist Party and Left-wing Radicals : the Common Government Programme of the parties of the Left.

At the 1974 presidential election, Francois MITTERRAND was again the Left's sole candidate. In the second ballot, he won 49.19% of the votes. Valery Giscard d'Estaing was elected with 50.81%

On 10 May 1981, Francois MITTERRAND, obtaining 51.75 % of the votes cast versus GISCARD D'ESTAING, became President of the French Republic.

On 9 May 1988, Francois MITTERRAND obtaining 54 % of the votes cast versus Jacques CHIRAC, was reelected.

Officier de la Legion d'Honneur (awarded to him on military- ground), holder of the Rosette de la Resistance, the Medaile des Evades (escaped prisoners) and the Croix de Guerre 1939-1945 with three citations, Francois MITTERRAND, since his election to the Presidency of the Republic, also holds the Grand Croix de la Legion d'Honneur and is Grand Maitre of the Order National de la Legion d'Honneur and of the Ordre National du Merite.

Francois MITTERRAND has published several books, including " Aux Frontieres de 1 'Union Francaise", "Presence Francaise et Abandon", "La Chine au Defi", "Le Coup d'Etat Permanent" (1964), "Ma part de Verite", "La Rose au Poing", "La Paille et le Grain" (1975), "Politique" (1975), "L'Abeille et 1' Architecte", and his most recent are "Ici et Maintenant" (1980), "Politique 2" (1981) and "Reflexions on the Foreign Policy of France 1981 - 1985" (1986).

In 1944, he married Danielle GOUZE, whom he met in the Resistance. (She was awarded the Croix de Guerre at the age of eighteen). They have two sons, Jean-Christophe and Gilbert.

COTTON TEXTILES & TEXTILE ARTICLES

FOR ALL TYPE COTTON TEXTILES AND TEXTILE GARMENTS

ARTICLES: Bedding Clothing, Dressing Material, Hospital Garments, Uniforms of all Forces, Towels, Bed Sheets, Blankets Woolen, K.T. Lattah, Malmal, Dossoti, Linen Cloth, etc.

Contact:
AL-QADRITRADING CORPORATION (Regd.).
Manufacturers, Govt. Contractors, Suppliers.
Head Office: 6th Floor Alwan-e-Auqaf, Shahrah-e-Quaid-e-Azam, Lahore. Pak.
P.O. Box No. 2441, G.P.O.
Phone: 54729

SPECIAL SUPLIMENT ON NATIONAL DAY OF FRANCE

MRS. EDITH CRESSON
Prime Minister Of France

S. Husain/Gamma

MESSAGE FROM CULTURAL & SCIENTIFIC ATTACHE.

During the year 1990-1991, the most interesting event to appear in the field of the Pak-French Cultural and Scientific Relations was, no doubt, the launching of a PAK-FRENCH FRIENDSHIP ASSOCIATION.•

It was an initiative taken by Pakistani citizen. Of course, the French residing in Pakistan were immediately invited to join but I do insist on the fact that it was not an operation brought out from the French side.

The idea appeared soon after the State visit of Mr. Francois Mitterrand to Pakistan, in February 1990. It took shape during the last 14th of July function where many Pakistani and French people could meet. A constituent meeting was scheduled for the beginning of the next "season" (September 1990). Then the process of registration of the Association with Pakistani authorities was started. It took some time but on June 11, 1991 the formal inauguration finally took place in a local Hotel. The chief guest was H.E. the Minister of Law & Justice, the chief patron H.E. the Ambassador of France to Pakistan. Speeches emphasized the necessity of a better knowledge of French in every field: Culture,Science, Technology, Industry, Trade etc... A dinner was served for more than hundred people and the evening was completed by a musical show featuring French amateur artists living in Islamabad (a singer and a guitarist) and prominent Pakistani musicians.

Many other functions will be organized as from September 1991, mostly seminars and lectures, by Pakistani and French specialists in order to achieve the aim of this association: a better reciprocal acquaintance between France and Pakistan. Information leaflets will also be printed.

I wish long life to this young Pak-French Friendship Association. It now needs to develop and get new members. Anybody interested in Pak-French relations, either French or Pakistani, or of any other nationality, even not knowing French language, may join: just write to

PAK-FRENCH FRIENNDSHIP ASSOCIATION,
House No. 12, Street 88, G-6/3,
ISLAMABAD.

or call its President, Dr. SUHAIL ABBAS, Telephone : 857025 or 825881.

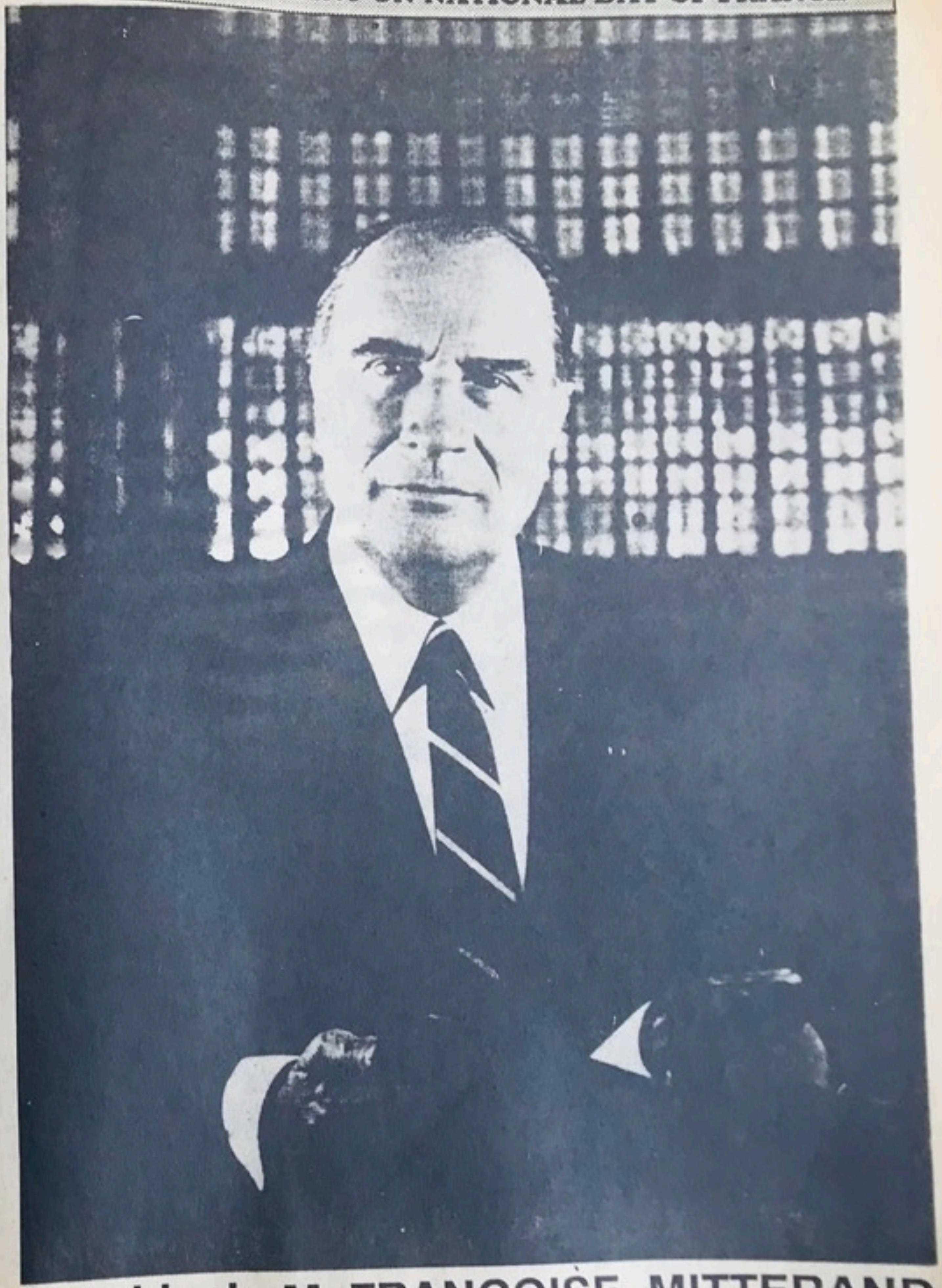

President M. FRANCOISE MITTERAND

Message of the Ambassador of France Mr Jean-Pierre Masset

My Dear Friends,

July 14th is an important date for France, as it stands for the blossoming of democracy in my country, two centuries ago, which is still embodied in France's national motto : Liberty, Equality, Fraternity.

Since then, democracy and human rights, which are closely connected, have been at the centre of France's political thinking and action within her own territory and abroad. The Gulf crisis, a few months ago, has once again borne testimony to this, when France was led, as well as the majority of the world community, to defend the rightful after having tried her best to prevent war.

France and Pakistan-it seems me-have a very similar approach vis-a-vis the new international deal that has come up in the last year and a half : both countries wish to contribute to the making of a more peaceful and more equitable world. In this regard, France has presented last month a comprehensive plan for arms control and disarmament; and the initiative of Pakistan for a five nation conference on non-proliferation in the subcontinent clearly shows that we share the same concern in that field.

In spite of all this, our bilateral relations-though good and friendly-are not yet what they ought to be. As shown before, nothing really keeps us apart from one another, whereas so much brings us together : Pakistan, for instance, is looking for foreign investments while, in 1990, France has become the second biggest foreign investor in the world after Japan, with 23,5 billion dollars invested abroad during the year. After the official visit in Pakistan of Mr Francois Mitterrand, President of the French Republic, just one year and a half ago, the bilateral dialogue goes on at a high level, as shown by the meeting in Paris, just one month ago, between the French and Pakistani Secretaries General of the Ministries of Foreign Affairs. This dialogue covers political matters and trade, as well as technical cooperation in many fields (scientific research, nuclear technology, agriculture, cultural exchanges).

I am confident that bilateral relations between France and Pakistan will develop further in the future. The new French Prime Minister, Madam Edith Cresson, has expressed her intention to work in that direction in her recent message to the Prime Minister of Pakistan, Mr Nawaz Sharif. Our relations are good, we can and we must make them better : nobody ought to doubt that.

SPECIAL SUPLIMENT ON NATIONAL DAY OF FRANCE

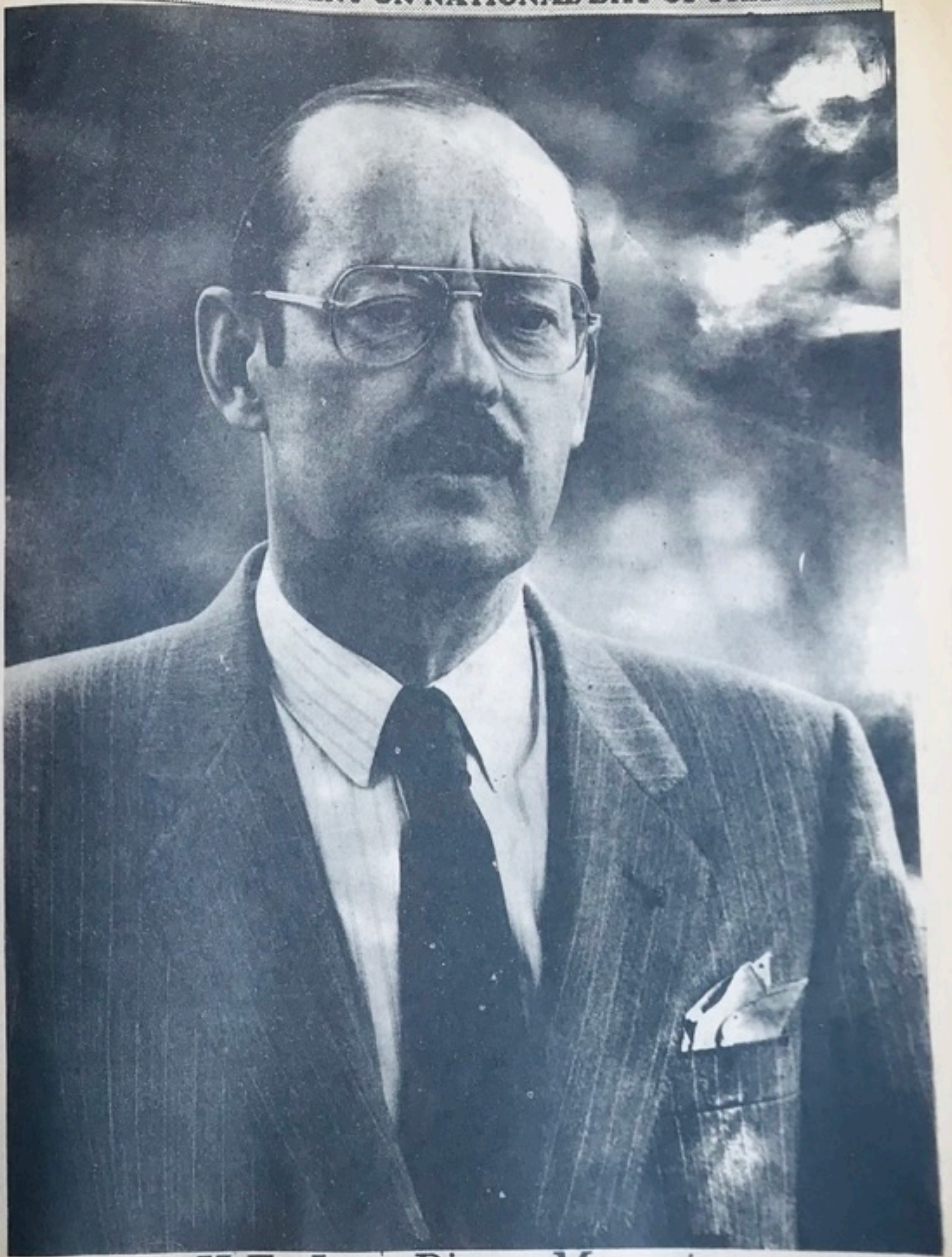

H.E. Jean Pierre Massate
Ambassador of French Republic to Pakistan

impulses played a vital role to get the landslide victory in the elections would you like to throw light on it ?

A. Qadri Sahib it's a good question you put. Actually it was resolved by Mr. Nawaz Sharif that he would adopt all the policies laid down by Zia-ul-Haq (Shaheed) and he practically proved it. On the other hand, PPP's policies were all redundant and super clues which turned against the masses mind and people changed their mandate. Since the inception of PPP ruling was already outbasis of vindictive and revengeful activities. So the ruling party did its best to foil all successful policies, hence they condemned the Afghan issue and evaded the problem of Kashmir, rejection of Islami santion favour of anti-Islamic lobby and condemning the ordinance of immutation of hands etc. PPP rolling party gave more importance in giving the protocol to Rajiv Gandhi instead of muslim rulers in Saarc conference, and lingring on the discussion of Kashmir issue. When the people of Pakistan conceived throughly that PPP Govt. is absolutly a Govt of anti policies the masses changed their propensity and they mendated in favour of IJI/PML and by the grace of God we won landslide victory in 1990 Election and came into power. So the personality of Zia-ul-Haq (Shaheed) at the since effects of PML leaders enabled Pakistan to get pertinent ruling party.

Q. It was expected that IJI govt. would do something for Bangladeshi captives would you like to tell the people that what steps have been taken in this regard so far ?

MR. MUHAMMAD SIDDIQ TAKING INTERVIEW WITH IJAZ UL HAQ

A. Well what a good question is it? I regretfully say that in spite of power of attorney which was given to me, IJI govt. has not taken any positive step in this context as yet. The main hindrance in its implementation is Sindh province, Sindhis bluntly refused to rehabilitate them, but now it is being decided that they will be settle in the Punjab province and so on.

Bangladeshi captives are determined to settle in Pakistan despite of the fact that Bangladeshi nationality is offered to them by Govt. of Bangladesh but they are sincere and selfless and only intend to come into Pakistan.

I emphatically appeal to the premier of Pakistan to solve this problem on the top priority basis and I hope it will be resolved very soon.

Q. IJI Govt. wants abrupt change in industrial sector but problem of law an order sand paucity of fuel (power) are man in hurdles in this step. What would you like to say in this respect ?

A. Under the leadership of premier this Govt. has taken many positive steps in this field i.e. privatization of Govt. and semi Govt institutions, energy sector in also being privatised. As far as law and order in this country in concerned it actually is a big obstacle in the way of progress. To impare the law and order situation the major role is played by the veteran politicians. To curb all these violations and disorders, Govt. is taking severe measurers and the day is not car when Pakistan will be cradle of peace and clan and civil tranquillity will be restored.

Q. There is Govt of IJI in provinces and centre as well, and masses are anxious to see the disclosure of Bahawalpur tragedy. It is raid that you have set aside the enquiry case of incident of Bahawalpur how far it is true.

A. Qadri Sahib. It is a great pity that inspite of our govt. in

provincial and central level this tragedy has not been given importance so far. Now in this respect we have raised this problem at the national and international level and Mian Nawaz Sharif has formulated a committee to probe into the matter and Inshallah this mystery will soon be resolved and as far as I am concerned in this matter I have not relinquished this matter and I hope that before 17, August Mr. Nawaz Sharif will expose the culprits involved in Bahawalpur tragedy.

I once again tell my friends and enemies as well that I never give any importance to ministership and I ensure my nation that I will never forget the inquiry of Bahawalpur incident. I also pledge that if the Govt did not succeed to expose the culprite of Bahawalpur incident then I shall renounce my seet and accompany by sincere nation. I have also intended to divulge the secrecy of the incident and I shall never heave the sigh of relief unless I expose all the culprits.

Q. Are you satisfied with the prevailing situation of law and under in Sindh and Punjab, if you are dissatisfied with the situation then suggest the measure to curb deteriorating law and order situation ?

A. I feel a great pity seeing the situation of disorder and law lessness in the country and as I have already told that it is a great challenge for Govt to curb the difficult situation The rejected political powers are trying to make the situation bad to worse and Indian terrorists are deteriorating the situation very much by their nefarious designs. So I would like to suggest my govt. to take strict measurers against saboteurs and anti-state elements so that tranquillity and peace may be rended to every dweller of this land. If strict measurers are not initiated then the people would be disappointed by the present government. This is the good harvinger to the peace and calm that Mr. Nawaz Sharif is talking positive steps for the amelioration of deteriorating situation.

Q. It has also been observed that under the pressure of I.M.F. Govt has raised the prices of commodities and the prices of agricultural commodities have also been

A. increased. Do you think all these steps taken by the Government are not against the poor masses and by these steps the reaction of the masses will be of what kind.

As you know that our is indebted to the Foreign countries form the very beginning. To get rid of

CONT.ON PAGE

Siddique-ul-Qadri

Interviewer

Q. We would like to ask you how your early life initiated and how you treaded in politics contrary to your father's wish.

A. Siddiq Sahib I tell you that I was born on 20 May 1952 and I got my early education in Military cantonment school. I passed my matriculation with distinction from Multan. I did my F.Sc. in high first division from F.C. College Lahore and then left my country for America for higher education, there I got B.Sc., MBA Degrees from Southern Illinois University then I Joined Bank of America. Moreover I went to London, Bahrain and Dubai and worked there as regional Manager of Gulf Cooperation Council. Since the nation was in crisis and needed a pioneer so I decided to join the politics. In 1990 I practically joined the politics of my country. Well Qadri Sahib I was not intended to join this political game but the sudden death of my father left a great hiatus and to saturate this chasm I had to jump into the arena of politics, besides this our nation wanted to see in this field and there were many other pressures so we resolved to join the politics and now actively taking part in its. In the election of 1990. IJI got majority due to the influential power of my father good will. This very pertinent to mention here that when PPP came into power they tried their best to exploit our family by dimensional means. PPP created the income tax problem for my family and propagated every where in the country against our noble family. The ruling party of PPP Government diverted the minds of people against Zia-ul-Haq (Shaheed) and led the nation.

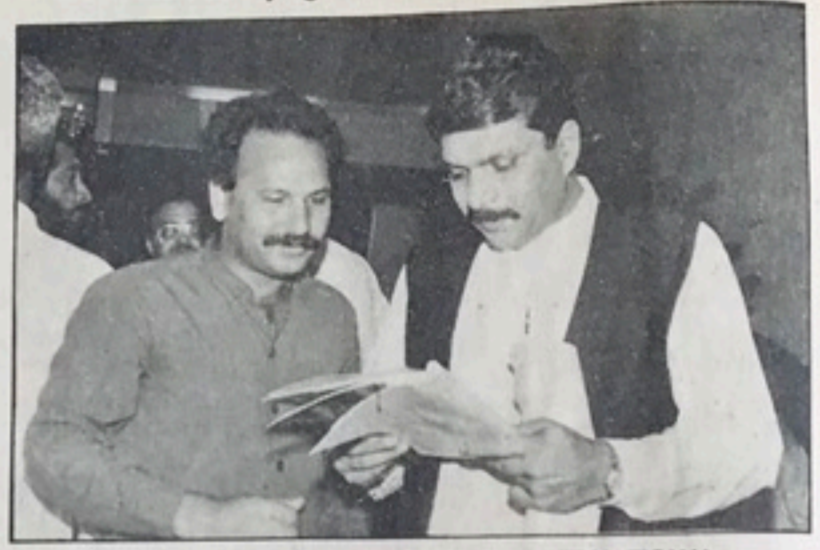

MR. IJAZ UL HAQ SEEING YOUTH INTERNATIONAL SPECIAL ISSUE STANDING NEAR SIDDIQ AL-QADRI

Q. It is said that you played key role in winding the PPP rule. How for it is true ?

A. Qadri Sahib it is exactly right. Undoubtedly, I and my many other co-workers performed this difficult task of removing PPP Govt.

I visited every nook and corner of the country despite the intimidations and threats of PPP hooligans.

I boldly visited Sindh under the circumstance who no one dares to advance ever a single step. When Pacca Qila incident took place I visited the same place in spite of carnage and under these worsening situation and circumstances nation needed a sincere leadership, hence, we made up our minds to lead the nation and 'Inshallah' we will endeavour to make Pakistan prosperous and strong.

I am very proud of this thing that my father rejuvenated and invigorated the Muslim League. Mr. Nawaz Sharif as well as Fazle Haq Joined the Muslim League on the stress of my father. I emphatically declare that my father was a Muslim Leaguer and liked the league very much.

The premier of Pakistan Mr. Nawaz Sharif became a Prime Minister only because of my father.

And the landside majority of Muslim League ordained because we came forward I did not care my being and sympathised the people there.
My visit to Sindh is land mark of our victory in elections. We vied with the situations neglecting our importance and remained stable in the face of buffets of crises and advertise.

Q. In 1990's elections, campaign the main incentives were : (1) Sologan of Islamic law, and its imposition in the country. (2) And the celebrated personality of Zia-ul-Haq (Shaheed) and (3) Active and dynamic lobby which you initiated. All these

FEDERAL MINISTER MANPOWER, OVERSES MR. IJAZ UL HAQ READING YOUTH INTERNATIONAL SPECIAL ISSUE ON KUWAIT

INTERVIEW OF IJAZ UL HAQ FEDERAL MINISTER FOR OVERSEASE PAKISTANIS AFFAIRS MANPOWER

Mohd. Ejaz-ul-Haq scion of great crusader of Islamic World Gen. Mohd. Zia-ul-Haq (Shaheed) is a popular and veteran politician and there is no need of his introduction inland or foreign as well. Nobody know that one day this scion will jump in the political arena. Mohd. Ejaz-ul-Haq is considered to be a survivor of Zia-ul-Haq is considered to be survivor of Zia-ul-Haq to accomplish and carry on his father's mission. When fatal incident which proved in shape of shahadat of many Generals of his Pakland. In those days Mohd. Ejaz-ul-Haq was high ranking officer in Bank of America. Mr. Ejaz-ul-Haq Joined the Zia Foundation on purely political basis and become its chairman and visited every nook and corner of the country along with members of the foundation. He is also son in law of Gen. Raheem-ud-Din the former governor of Balochistan. He is the talented one and the laurel of credit goes to his affectionate mother under whose training he became a superstar in the field of politics. This is all because of his mother that he is an invincible political strength. Despite of ministership he did not turn his head and here is not a slight shadow of arrogance haughtiness. Ejaz-ul-Haq takes after this father in his character, negotiation, out speaking and selfless service which he in ends to render to his nation. His popular and captivating personality is the main source which compels to consider as sympathiser among the people. The prayers of the people will one day enable Ejaz-ul-Haq to accomplish the task of this father Zia-ul-Haq (Shaheed) to making Pakistan modernised and prosperous the day is not for when his father's dream will become true Mr. Ejaz-ul-Haq is manipulating his duties as minister for labour and manpower and Chiefs. Organizer of Muslim League.

His Highness Shaikh Maktoum bin Rashid Al Maktoum, Vice-President and Prime Minister of the UAE and Ruler of Dubai

EDITOR IN CHIEF

MUHAMMAD SIDDIQUE AL-QADRI

ASSISTANT EDITORS

MANAWAR RASHED
G.M. QADRI
M. WASIM BHATTI

CIRCULATION MANAGER

TUSEEF-AL-QADRI

ADVERTISEMENT

TANWEWER SIDDIQUE

ADDRESS FOR CORRESPONDANCE

THE YOUTH INTERNATIONAL MAGAZINE
AIWAN-E-AUQAF BUILDING
NEAR OLD STATE BANK
P.O. BOX 2346 LAHORE-PAKISTAN
TEL : 54279

PRINTED BY

TAYYAB IQBAL PRINTERS
ROYAL PARK LAHORE-PAKISTAN

PRICE RS. 15.00 PER COPY

THE YOUTH INTERNATIONAL MAGAZINE

VOLUMNO 3 COPY NO 7,6

AUGUST 1991

CONTENTS

	PAGE
INTERVIEW OF IJAZ UL HAQ	4
MESSAGE FROM AMBASSADOR FRENCH REPUBLIC TO PAKISTAN	10
MESSAGE FROM CULTURAL ATTACHE	12
14 JULY	16
FRENCH INSTITUTIONS	18
COMMUNICATION	26
HIGH TEC	29
TRANSPORT	30
AGRICULTURAL	32
FRENCH NATIONAL DAY RECEPTION	42

THE YOUTH INTERNATIONAL MAGAZINE

His Hignest President
of Firance Republic

Special Suppliment National day of France

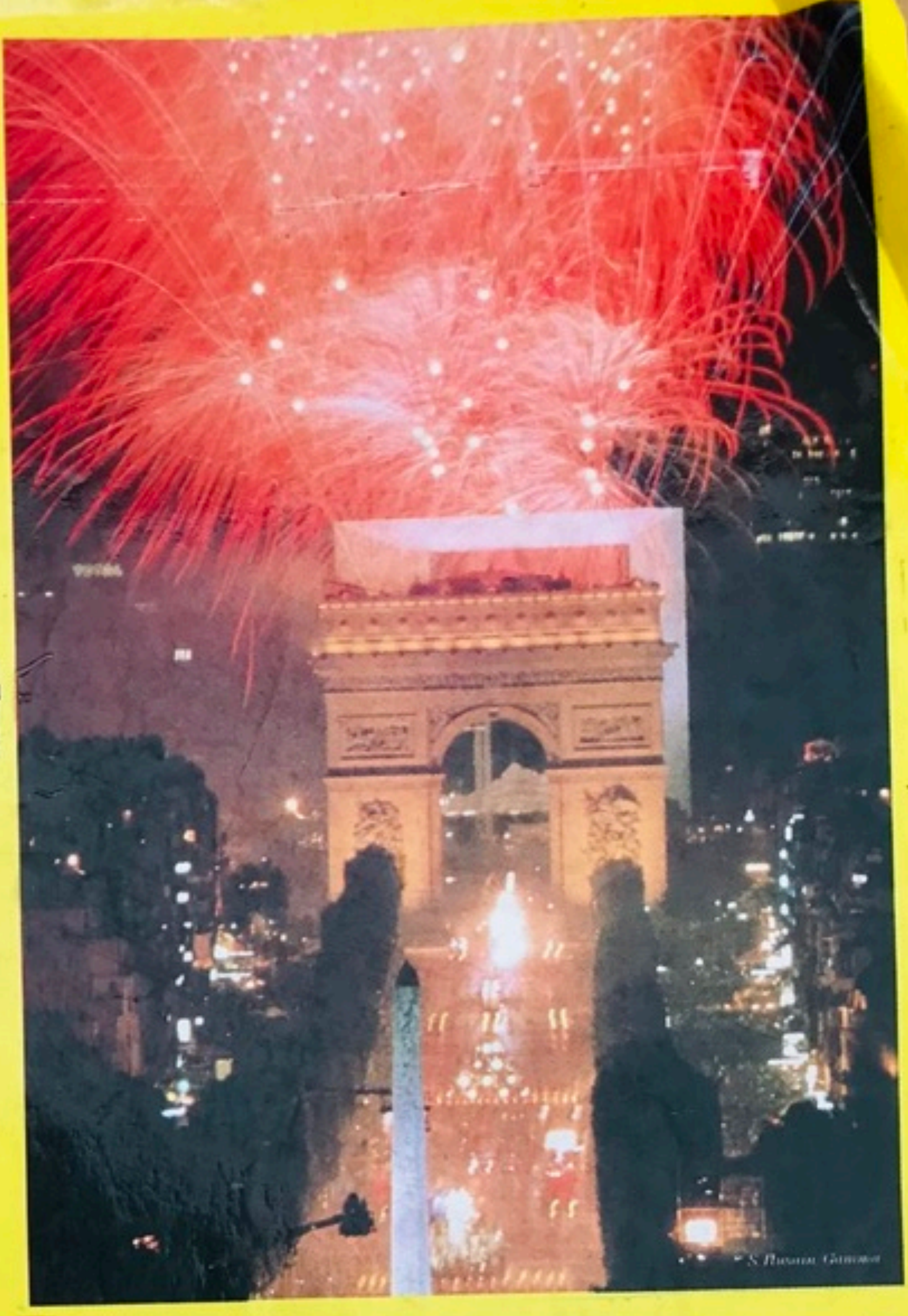

IMPORTANT INTERVIEW OF IJAZ UL HAQ